جہاد فی سبیل اللہ کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ کچھ ایمان دار لوگ سواری نہ ہونے کی بنا پر میرے ساتھ جنگ میں شامل نہ ہو سکنے پر پریشان ہو جائیں گے تو میں اللہ کی راہ میں کسی بھی جنگ سے پیچھے نہ رہتا۔
اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں پسند کرتا ہوں کہ اللہ کی راہ میں مارا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، پھر مارا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، پھر مارا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، پھر مارا جاؤں۔"

[بخاری: ۲۷۹۷۔ مسلم: ۳/ ۱۴۹۷]

نیکی اور برائی

(٤١)...... وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِذَا اَحْسَنَ اَحَدُكُمْ اِسْلَامَهُ فَكُلُّ حَسَنَةٍ يَعْمَلُهَا تُكْتَبُ لَهُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا اِلٰى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ ـ وَكُلُّ سَيِّئَةٍ يَعْمَلُهَا تُكْتَبُ بِمِثْلِهَا حَتّٰى لَقِیَ اللّٰهَ ـ [بخاری:٤٢ـ مسلم:١٢٩]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے ایمان کو اچھا بنالے تو پھر وہ جو بھی نیکی کرے گا وہ دس گنا سے لے کر سات سو تک لکھی جاتی ہے۔ اور اگر کسی برائی کا ارتکاب کرے گا تو وہ اتنی لکھی جائے گی جتنی اس نے کی ہوگی، یہاں تک کہ اللہ سے جا ملے۔''

اِذَا اَحْسَنَ اَحَدُكُمْ اِسْلَامَهُ: یعنی کوئی تم میں سے اپنے اسلام کو اچھا، عمدہ اور خالص بنالے جس طرح قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ﴾ [البقرۃ:٢/ ١١٣]

یعنی ''جس نے اپنے چہرے کو اللہ تعالیٰ کے لیے فرماں بردار کر دیا اور وہ نیکی کرنے والا ہوا تو اس کے لیے اس کے رب کے پاس اس کا اجر ہوگا۔''

تو معنی یہ ہوگا کہ جب اس کا اسلام اچھا ہوگیا یعنی اس کا اعتقاد بھی اور قلبی اخلاص بھی مضبوط ہوگیا اور اسلام اس کے ظاہر و باطن میں رچ بس گیا اور عمل کے وقت اپنے ربّ کو اپنے قریب سمجھنے لگا گویا کہ وہ اسے دیکھ رہا ہے یا اس کا رب اسے دیکھ رہا ہے۔

فكل حسنة يعملها تكتب به بعشر امثالها: تو ہر نیکی دس گنا سے سات سو تک لکھی جاتی ہے۔

یعنی اعمال کی حیثیت و مقام کو ملحوظ رکھتے ہوئے اور حالات و مواقع کا اعتبار کرتے ہوئے اور افراد و اشخاص کی انفرادیت اور امتیازات کے پیش نظر درجات و مراتب میں بھی اختلاف ہوگا۔

اور آیت ﴿ وَاللّٰهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَّشَاءُ ﴾ [البقرۃ:٢/١٦١] سے تو یہ ثابت ہوتا ہے سات سو سے بھی زیادہ درجات تک ثواب بڑھ سکتا ہے۔ جس طرح ایک حدیث میں ہے:

كَتَبَ اللّٰهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ اِلٰى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ اِلٰى اَضْعَافٍ كَثِيْرَةٍ ـ [البخاری کتاب الرقاق]

یعنی ''ایک نیکی دس سے سات سو اور کئی گنا تک لکھ دی جاتی ہے۔''

اور برائی اگرچہ زمان و مکان اور حالات و کیفیات کے لحاظ سے فرق رکھتی ہے مگر اللہ تعالیٰ اس کو صرف ایک ہی شمار فرماتے ہیں۔

فہرست

تمام لوگ اللہ کے فقیر ہیں

﴿ يَآَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴾ [فاطر: ٣٥/ ١٥]

''لوگو! تم اللہ تعالیٰ کی طرف محتاج ہو اور اللہ تعالیٰ غنی اور تعریف والا ہے۔''

کمزوروں اور بے سہارا لوگوں کی تعریف

ابودرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَبْغُوْنِيْ فِيْ ضُعَفَآئِكُمْ فَاِنَّكُمْ تُرْزَقُوْنَ وَتُنْصَرُوْنَ بِضُعَفَآئِكُمْ . [ابوداؤد: ٢٥٩٤۔ ترمذی: ١٧٠٢۔ النسائی: ٦/ ٤٥۔ الصحیحہ: ٧٧٩]

''مجھے اپنے ضعیف اور کمزور لوگوں میں تلاش کرو کیوں کہ یقیناً تمھیں صرف اپنے کمزور لوگوں اور ضعفاء کی وجہ سے رزق دیا جاتا ہے اور انھیں کی وجہ سے تمہاری مدد کی جاتی ہے۔''

کفارۂ مجلس کی دعا

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جو شخص کسی ایسی مجلس میں بیٹھا جس میں لغو اور فضول باتیں بھی بہ کثرت ہونے لگیں تو اس نے اٹھنے سے پہلے مندرجہ ذیل دعا پڑھ لی تو اس مجلس میں اس سے صادر ہونے والے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ دعا یہ ہے:

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ .

[الترمذی: ٣٤٣٣۔ قال الالبانی صحیح علی شرط مسلم۔ صححه الذهبی]

''اے اللہ! تو پاک اور ساتھ اپنی تعریف کے میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے بغیر کوئی معبود نہیں۔ میں تجھ سے بخشش مانگتا ہوں اور تیری طرف توبہ کرتا ہوں۔''

2 تا 8 مئی 2008ء......(616)......25 ربیع الثانی 1429ھ

کوئی بتلائے کہ ہم بتلائیں کیا

اداریہ — حافظ عبدالوحید

ہماری قوم فکر وعمل اور گفتار وکردار کے عجیب تضاد کا شکار ہے۔حکمرانوں، سیاست دانوں، دانش وروں، کاروباری حلقوں سے وابستہ افراد اور مختلف رہنماؤں کی تضاد بیاناں اور کہہ مکرنیاں تو الم نشرح ہی تھیں "الناس علی دین ملوکھم" کے مصداق عوام الناس بھی بڑے بڑے اہم معاملات میں اور اہم اہم مواقع پر اسی تضاد کی تصویر نظر آتے ہیں۔قرآنِ مجید نے ﴿ **أوفوا بالعهد** ط **ان العهد كان مسئولا** ﴾ فرما کر عہد کی پاس داری کا حکم دیا ہے تو ﴿ **كبر مقتا عند الله أن تقولوا ما لا تفعلون** ﴾ فرما کر قول وفعل کے تضاد کی مذمت فرمائی ہے۔

قیامِ پاکستان کے دن سے لے کر آج تک کے ساٹھ سالہ سفر کی ایک ایک منزل، اس کا ہر دور اور ہر مرحلہ قول وعمل کے تضاد ہی کی عکاسی کرتا ہے۔ حصولِ پاکستان کے لیے جو نعرہ بلند کیا گیا تھا کہ ''پاکستان کا مطلب کیا...... لا إله إلا الله محمد رسول الله'' اور اس نعرے کے ساتھ جو عہد وابستہ ہوا تھا کہ اس دھرتی میں وہی نظام رائج ہوگا جو ۱۴ صدیاں قبل محمد عربی ﷺ اللہ کی طرف سے لے کر آئے تھے اور جس پر عمل ہی کی بہ دولت ایک ایسا معاشرہ وجود میں آیا تھا جس کی مثال پوری تاریخ انسانی میں نہیں ملتی۔''توحید ورسالت'' کے عقیدے کے حامل ہونے کے ناطے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی طرف سے ہمیں جو احکام ملے ہیں اُن پر آزادنہ عمل درآمد ہی کے لیے ہم نے یہ خطہ حاصل کیا تھا۔

مگر......سوال یہ ہے کہ آج تک حکومتی یا عوامی سطح پر اُس حوالے سے کسی قسم کی سنجیدہ کوشش ہوئی؟ اگر اس کا جواب نفی میں ہے......اور یقیناً نفی ہی میں ہے......تو غور طلب پہلو یہ ہے کہ حکمران تو حکمران ہی ہوتے ہیں وہ تو اقتدار کی راہ داریوں میں جا کر سب وعدے ہی بھول جاتے ہیں کیوں کہ وہ تو محض اپنی مقصد براری کے لیے ایوان ہائے اقتدار میں قدم رکھتے ہیں۔کیا عوامی حلقوں نے آج تک اس کی ضرورت محسوس کی کہ ظاہر وباطن ہر لحاظ سے اور انفرادی واجتماعی ہر سطح پر دین اسلام ہی ہمارا اوڑھنا بچھونا ہونا چاہیے اور پورے ملک میں اسی کو نافذ ورائج ہونا چاہیے اور کلمۂ توحید ورسالت ہی کو اس ملک کی حقیقی پہچان ہونا چاہیے۔ یہاں مہنگائی کے خلاف احتجاجی مظاہرے ہوتے ہیں، لوڈشیڈنگ کے خلاف ہڑتالیں اور مظاہرے کیے جاتے ہیں، بدعنوانی اور لوٹ کھسوٹ کے خلاف ایکشن لیا جاتا ہے، عدلیہ کی بحالی اور آئین کی بحالی کے حق میں صدائے احتجاج بلند ہوتی ہے۔مگر کیا اس سلسلے میں بھی کبھی کوئی مؤثر آواز بلند ہوئی ہے کہ کارِ حکومت اور نظامِ مملکت مکمل طور پر اسلامی تعلیمات کے سانچے میں ڈھلے ہوئے ہونے چاہئیں اور اس معاملے کو اختیاری کی بجائے لازمی سوال کے طور پر لیا جائے، نیز یہ کہ ہر نوعیت کے تمام تر فیصلے، اقدامات، قومی وبین الاقوامی قسم کے معاہدے قرآن وسنت ہی کی روشنی میں کیے جائیں!

حقیقت میں یہی صورتِ حال ہماری دوعملی، دورُخی اور قول وعمل کے تضاد کا مظہر ہے۔گفتار اور کردار کے اس اختلاف نے ہمیں کہیں کا نہیں چھوڑا، من حیث القوم ہم اندرونی اور بیرونی ہر دو سطح پر اعتماد کی دولت کھو چکے ہیں۔ [ابن ماجہ مقدمہ، باب:۶، ح:۴۳]

کچھ اسی طرح کا معاملہ حرمت رسول ﷺ کے حوالے سے ہمارے جذبات کا ہے۔یہ بات تو اٹل حقیقت ہے کہ ساری کائنات کی عظمتیں جمع ہو کر بھی آنحضرت ﷺ کی عظمت شان کا مقابلہ نہیں کرسکتیں، اور یہ بھی حقیقت مسلمہ ہے کہ آپ ﷺ کی محبت کے بغیر کوئی شخص مومن ہی نہیں ہوسکتا۔مگر سوال یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ سے محبت کے تقاضے ہیں کیا؟ آیئے تصویر کے دو مختلف رُخ دیکھتے ہیں......

① ...... یہود جو انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے قاتل ہیں، انھوں نے ہمارے نبی مکرم ﷺ کو بھی قتل کرنے کی متعدد کوششیں کیں مگر ﴿ **والله**

یعصمك من الناس ﴾ کے مصداق آپ ﷺ اُن کی ہر چال سے محفوظ رہے۔ اپنی شرارتوں، دسیسہ کاریوں اور فتنہ پردازیوں کے باعث مدینہ منورہ سے دیس نکالا ملنے پر وہ اب تک ادھار کھائے بیٹھے ہیں اور وقتاً فوقتاً آپ ﷺ کو دشنام کا نشانہ بناتے رہتے ہیں۔ مگر گزشتہ کچھ عرصے سے انھوں نے جس اسلوب، ترتیب اور خاص وقفے سے آپ ﷺ کی شخصیت اور آپ ﷺ کے لائے دین کو ہدفِ تنقید بنایا ہے، اور جس بھونڈے طریقے سے آپ ﷺ کی حرمت پامال کرنے کی کوشش کی ہے حقیقت میں اُس نے پوری دنیا کے امن کو تہ و بالا کیا اور پوری امت مسلمہ کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ اسلامیانِ پاکستان اپنے دیگر گوناگوں مسائل کے باوصف اس مسئلے کی شدت اور تلخی سب سے زیادہ محسوس کر رہے ہیں، خدمت عوام کے مختلف ادارے، سیاسی و دینی حلقے، مختلف سرکاری ادارے اور پرائیویٹ کاروباری حلقے رہ رہ کر اپنا احتجاج ریکارڈ کروا رہے ہیں۔ اگرچہ اعلیٰ حکومتی شخصیات اور اداروں کا رویہ اور طرزِ عمل اس حوالے سے مایوس کن ہے مگر پھر بھی عوامی سطح پر مذکورہ ملکوں سے معاشی بائیکاٹ کی تحریک کو مؤثر اور منظم کرنے کی بھرپور کوششیں ہو رہی ہیں۔ جلاؤ گھیراؤ کا بازار بھی خوب گرم رہتا ہے، طرح طرح کے روایتی اور غیر روایتی طریقہ ہائے احتجاج اپنائے جا رہے ہیں۔

②......آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا: **((تركتكم على البيضآء ليلها كنهارها، لا يزيغ عنها بعدى إلا هالك))** ''کہ میں تمھیں ایسی روشن شاہراہ پر چھوڑے جا رہا ہوں، جس کی رات (روشنی میں) دن کی مانند ہے، میرے بعد اُس سے وہی روگردانی کرے گا جو ہلاک ہونے والا ہے۔'' [ابن ماجہ، مقدمہ، باب:٦، ح:٤٣] آپ ﷺ کا ایک ارشادِ گرامی یوں بھی ہے کہ ''میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، اگر تم نے انھیں مضبوطی سے تھامے رکھا تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ (اُن دو میں ایک) اللہ کی کتاب (ہے) اور (دوسری) اُس کے رسول ﷺ کی سنت۔''

مذکورہ احادیث کے مطابق عقائد و ایمانیات کے ساتھ ساتھ عملی زندگی کے ہر شعبے......سیاسیات، معاشیات، معاشرت، اخلاق، حقوق، فرائض، تعلیم وغیرہ...... میں کتاب و سنت پر عمل کرنا یعنی اُنھیں اپنی تمام تر زندگی کے......انفرادی و اجتماعی...... ہر معاملے پر نافذ و قائم رکھنا فرض ہے، امورِ مملکت کے لیے دستور اور قانون......یعنی سپریم لا...... وہی ہوں، تمام سرکاری اور نجی شعبے انھی کو مشعل بنانے کے پابند ہوں۔ ان کے خلاف اِقدام کرنا تو درکنار سوچنا ہی ہلاکت کو دعوت دینا ہے۔

آپ آیئے اور دیکھیے ہماری عملی صورتِ حال کیا ہے؟ کیا ہم نے ملکی و قومی اور حکومتی یا انفرادی سطح پر قرآن و سنت کو یہ درجہ دے رکھا ہے کہ کوئی فیصلہ اور اِقدام اُن کے خلاف نہ ہو؟ یا یہ کہ حسب ضرورت ہر قسم کی قانون سازی اور نجی معاملات کے فیصلے سو فی صد اُس دستور کے مطابق کریں جو آنحضرت ﷺ اللہ کی طرف سے لے کر آئے اور عملاً ہم نے اُس کی تنفیذ کی کبھی کوشش کی؟ کوئی تحریک چلائی؟......کیا ہم نے کبھی غور کیا کہ اللہ کے محبوب پیغمبر امام الانبیاء والمرسلین رحمۃ للعالمین ﷺ نے اہل مکہ کے ستم کیوں برداشت کیے؟ طائف میں پتھر کیوں کھائے؟ مکہ کیوں چھوڑا؟ اور مدینہ کو مسکن بنانے کے بعد جہاد کیوں کیا؟ اس لیے کہ آپ ﷺ لوگوں کی عملی زندگی میں یا یوں کہہ لیں کہ خدا کی دھرتی پر خدا کا قانون نافذ و رائج دیکھنا چاہتے تھے اور آپ ﷺ مبعوث بھی اسی لیے ہوئے تھے ﴿ **لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ** ﴾

ہماری زندگیوں کا یہ عجیب المیہ اور تضاد ہے کہ ایک طرف تو ہم ڈنمارک وغیرہ کے پرچم اس لیے نذرِ آتش کر رہے ہیں اور اُن سے معاشی بائیکاٹ کی تحریک چلا رہے ہیں کہ انھوں نے آقائے نامدار ﷺ فداہ ارواحنا واجسادنا، کی شان میں گستاخی کا ارتکاب کیا ہے...... اور حقیقت یہ ہے کہ ہمیں آپ ﷺ کی محبت میں اس سے مزید اونچا ہونا چاہیے......مگر دوسری طرف وہ پورا دستورِ حیات اور قانونِ شریعت ہم نے طاقِ نسیاں میں رکھ چھوڑا ہے جو دنیا و آخرت دونوں جہانوں میں ہماری کامیابی کی ضمانت لیے ہوئے ہے!!

کوئی بتلائے کہ آنحضرت ﷺ کی حرمت پر جاں نثاری کے نعروں، جلسوں، کانفرنسوں اور اس حوالے سے احتجاجی مظاہروں کے باوصف اُس دین سے عملاً روگردانی کیے رکھنا جس کے ساتھ آپ ﷺ مبعوث ہوئے تھے، اور اس سلسلے میں حکمرانوں پر بھی کسی قسم کا دباؤ نہ ڈالنا کہ آخر زمام اقتدار انہیں کے ہاتھ میں ہے اگر انہوں نے اس نظریاتی مملکت میں لا الٰہ اِلا اللہ محمد رسول اللہ کی عمل داری نہیں کرنی؟ تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس طرزِ عمل کو آپ ﷺ سے محبت و وفا کہا جا سکتا ہے؟ اور یہ عمل گریزی کہیں گستاخی تو نہیں؟ ع کوئی بتلائے کہ ہم بتلائیں کیا

فوائد الایمان

قاری ذکاء اللہ، حافظ آبادی

حصولِ جنت کا ذریعہ:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ بَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَ اُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ وَ لَهُمْ فِيْهَاۤ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙۗ وَّ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾ [البقرة: ۲۵]

''اور ان لوگوں کو خوش خبری دیجیے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے یقیناً ان کے لیے باغات ہیں ان کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں جب بھی وہ ان میں سے بطور رزق کے پھل دیئے جائیں گے تو وہ کہیں گے یہ (تو) وہی ہے جو ہم اس سے پہلے دیئے گئے تھے۔ اور وہ اس سے ملتا جلتا رزق دیئے جائیں گے اور ان کے لیے ان میں پاکیزہ بیویاں ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔''

ابتدائے آیت میں لفظ (بشر) استعمال ہوا ہے یعنی خوشخبری سنا دیجیے۔ بشارت سے مراد ایسی خبر جو انسان کو سب سے پہلے ملتی ہے۔ اگر تو وہ خبر اچھی ہے تو مبشر کے لیے حسرت کا باعث بنتی ہے۔ اگر بری ہو تو باعث غم وافسردگی۔ اکثر طور پر اس کا استعمال خیر وبھلائی کے لیے ہوا ہے۔ لیکن بسا اوقات شر کے لیے بھی مستعمل ہے جیسا کہ قرآنِ مجید میں ارشاد ہے:

﴿ بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴾

[النساء: ۱۳۸۔ زاد المسیر فی علم التفسیر: ۱/۴٤]

''اور منافقین کو خوشخبری دے دیجیے کہ ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

درج بالا آیت سے معلوم ہوا کہ وہ اہل ایمان جو اعمال صالحہ کا اہتمام بھی کرتے ہیں، جنتوں کے وارث ہیں۔ ایسی جنتیں کہ جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں اور وہ ان میں بہترین رزق بھی دیئے جائیں گے اور پاک باز ازواج بھی۔ پھر مزید یہ کہ یہ تمام نعمتیں عارضی نہیں ہیں جو کچھ عرصہ کے بعد چھین لی جائیں گی بلکہ ان باغات میں ہمیشہ رہیں گے اور ان نعمتوں کا استعمال کر کے لطف اندوز ہوتے رہیں گے۔ اسی مضمون کو اللہ ربّ العزت نے متعدد مقامات پر بیان کیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾ [البقرة: ۸۲]

''وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے یہی لوگ جنت والے ہیں، اس میں ہمیشہ رہیں گے۔''

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ لَهُمْ فِيْهَاۤ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۫ وَّ نُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا ﴾ [النساء: ۵۷]

''وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے عنقریب ہم انھیں ایسے باغات میں داخل کریں گے کہ ان کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں۔ وہ ان میں ابد تک ہمیشہ رہیں گے۔ ان کے لیے ان میں پاک صاف بیویاں ہیں اور ہم انھیں بہت گھنے سائے میں داخل کریں گے۔''

زجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هــو الـذی یـظـل مـن الحرّ والریح ولیـس کل ظل کذلك ۔ [زاد المسیر فی علم التفسیر: ۲/ ۶۸]

''وہ سایہ جو گرمی اور (گرم) ہوا سے (بچاؤ) کے لیے دیا جائے گا ایسا کوئی سایہ بھی نہیں ہوگا۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

ان فـی الـجـنة لشجرة یسیر الراکب فی ظلها مائة عـام لا یقطعها شجرة الخلد ۔ [مسلم، کتاب الجنة وصـفة نـعیـمها، باب ان فی الجنة شجرة، رقم الحدیث: ۲۸۲۶۔ ابـن کثیـر: ۴/ ۱۲۴۔ ابـن جـریـر: ۸/ ۹۸۲۸ واصـلـه ثـابت فی الصحیحین۔ وانظر بخاری، کتاب بدء الـوحـی، بـاب مـا جاء فی صفة الجنة وانها مخلوقة، رقم الحدیث: ۳۲۵۲۔ وکتاب التفسیر باب ظل ممدود، رقم الحدیث: ۴۸۸۰]

''بے شک جنت میں ایک ایسا درخت ہے کہ اگر سوار اس کے سائے تلے سو سال تک سفر کرتا رہے تو اسے طے نہیں کرسکتا۔''

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَ مَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِیْلًا ﴾ [النساء: ۱۲۲]

''وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے عنقریب ہم انھیں ایسے باغات میں داخل کریں گے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ ابد تک اللہ کا سچا وعدہ ہے۔ اور قول (وقرار) میں اللہ سے زیادہ سچا کون ہے۔''

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ مَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَ لَا یُظْلَمُوْنَ نَقِیْرًا ﴾ [النساء: ۱۲۴]

''اور جو کوئی نیک عمل کرے مرد ہو یا عورت جب کہ وہ مومن ہو تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور کھجور کی گٹھلی کے شگاف برابر (بھی) ظلم نہیں کیے جائیں گے۔''

اسی مفہوم کو اللہ ربّ العزت نے ایک دوسرے مقام پر یوں بیان کیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ یُرْزَقُوْنَ فِیْهَا بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴾

''اور جس نے نیک عمل کیا مرد ہو یا عورت جب کہ وہ مومن ہو تو یہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے وہ اس میں بے حساب رزق دیئے جائیں گے۔'' [المومن: ۴۰]

لفظ نقیر کی وضاحت:

اوّل الذکر آیت کے آخر میں لفظ نقیر آیا ہے۔ نقیر کھجور کی گٹھلی کے گڑھے کو کہتے ہیں۔ [دیکھئے القاموس الوحید، ص: ۱۶۹۴]

معنی یہ ہے کہ جو آدمی جس قدر عمل کرے گا اسی حساب سے جزا وسزا بھی ہوگی۔ ایسا نہیں ہوگا کہ کسی نے رضائے الٰہی کے حصول کی خاطر کوئی نیکی کی ہو اور اُس کی جزا سے محروم رہے۔ اسی بات کی مزید توضیح درج ذیل آیت کریمہ سے بھی ہوجاتی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ ۝ وَ مَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ ﴾ [الزلزال: ۷،۸]

''پس جو کوئی ذرہ برابر نیکی کرے گا تو وہ اس کو دیکھ لے گا اور جو کوئی ذرہ برابر برائی کرے گا تو اس کو دیکھ لے گا۔''

قبولیت اعمال کی شرط:

محولہ بالا دونوں آیات پر غور کرنے سے پتا چلتا ہے کہ قبولیت اعمال کے لیے ایمان شرط ہے۔ اسی لیے تو فرمایا: وَهُوَ مُؤْمِنٌ اور وہ ایمان والا بھی ہو۔ جو دل نعمت ایمان سے محروم ہے اس کے اعمال بھی بے سود ہیں۔ اللہ ربّ العزت ہمیں حقیقی معنوں میں ایمان والا بنا دے کہ ہم اس کی شریعت پر عمل کرنے والے بن جائیں، آمین۔

امام مسروق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب آیت ﴿لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَ لَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ﴾[النساء:١٢٣] ''تمہاری خواہشات اور اہل کتاب کی خواہشات پر (مدار) نہیں ہے'' اتری تو اہل کتاب نے کہا کہ ہم اور تم دونوں برابر ہیں۔ تب یہ آیت اتری:

﴿وَ مَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَ لَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا﴾

''اور جو کوئی نیک عمل کرے مرد ہو یا عورت جب کہ وہ مومن ہو پس یہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے، اور کھجور کی گٹھلی کے گڑھے برابر بھی ظلم نہیں کیے جائیں گے۔'' [النساء: ١٢٤]

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾

''وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے نہیں ہم تکلیف دیتے کسی جان کو مگر اس کی طاقت کے مطابق ہی۔ یہی لوگ جنت والے ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے۔'' [الاعراف: ٤٢]

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ مَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ وَ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾[التوبة: ٧٢]

''اللہ تبارک وتعالیٰ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے ایسے باغوں کا وعدہ کیا ہے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں۔ وہ ان (باغات) میں ہمیشہ رہیں گے اور پاکیزہ مکانوں میں، ہیشگی کے باغوں میں اور اللہ کی رضا مندی سب سے بڑھ کر ہوگی (یعنی جنت کی بقیہ نعمتوں سے) یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔''

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِيْمَانِهِمْ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝ دَعْوٰهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ وَ اٰخِرُ دَعْوٰهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

''بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کا ربّ ان کے ایمان لانے کی وجہ سے (جنت کی طرف) ان کی رہنمائی کرے گا۔ جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی نعمتوں والے باغات ہیں ان میں ان کی پکار ہوگی۔ ''پاک ہے تو اے اللہ'' اور ان میں ان کی دعا سلام ہوگی اور ان کی آخری پکار یہ ہوگی کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے۔''[یونس: ٩، ١٠]

مقاتل بن حیان فرماتے ہیں کہ جب اہل جنت کھانے کی طلب کریں گے تو ان میں سے کوئی ایک کہے گا، ''سبحانک اللہم پاک ہے تو اے اللہ!'' تو اس کے پاس دس ہزار خادم حاضر ہو جائیں گے اور ہر ایک خادم کے پاس سونے کی پلیٹ ہوگی اس میں وہ کھانا ہوگا جو دوسری پلیٹ میں نہیں ہے۔ فرماتے ہیں کہ جنتی وہ تمام کھانا کھائے گا۔ سفیان ثوری رحمہ اللہ سے مروی قول میں طعام کی جگہ بشیٔ کے لفظ ہیں۔

اذا اراد احدهم ان يدعو بشی قال سبحانك اللهم

[ابن کثیر: ٧/ ٣٣٨]

یعنی ''جب ان میں سے کوئی ایک (اہل جنت) کسی بھی چیز کی طلب ظاہر کرے گا تو کہے گا پاک ہے تو اے اللہ!''

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَخْبَتُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾

[هود:٢٣]

''بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے اور اپنے ربّ کی طرف عاجزی کی یہ لوگ جنتی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔''

یہاں ایمان وعمل صالح کے ساتھ ایک تیسری چیز بھی مذکور ہے

یعنی وہ عاجزی وانکساری کو اپنا کر تکبر وغرور سے اجتناب کرے۔ اخبتوا الی ربھم کی تفسیر میں مفسرین حضرات سے سات قسم کے اقوال منقول ہیں تاہم جلیل القدر مفسر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی قول یہ ہے:

وانابوا الی ربھم ''اورانھوں نے اپنے ربّ کی طرف رجوع کیا۔'' [زاد المسیر فی علم التفسیر: ٤/ ٧١ الجامع لاحکام القرآن للقرطبی: ٥/ ١٧]

جب عام دنیوی بادشاہ کی مجلس میں حاضر ہونا ہوتو تواضع کو اختیار کیا جاتا ہے وہ تو ملک الاملاک ہے۔ اس لیے اس کے دربار میں حاضری کے وقت احترازعن التکبر والغرور، والتزام التواضع لازمی امر ٹھہرے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰی لَهُمْ وَ حُسْنُ مَاٰبٍ ﴾ [الرعد: ٢٩]

''وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کے لیے راحت وفرحت ہے اور اچھا ٹھکانہ ہے۔''

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے کہا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ایسے شخص کے لیے طوبیٰ ہے جس نے آپ کو دیکھا اور آپ پر ایمان لایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

طوبی لمن رآنی وآمن بی ثم طوبی ثم طوبی لمن آمن بی ولم یرنی قال له رجل وَما طوبی قال شجرة فی الجنة مسیرة مائة عام ثیاب اهل الجنة تخرج من اکمامها۔ [ابن کثیر: ٨/ ١٤٣۔ مسند احمد: ١١٦٩٠۔ مسند ابویعلی: ٢/ ١٣٧٤۔ تاریخ بغداد: ٤/ ٩١۔ السلسلة الصحیحة: ٣/ ١٢٤١]

''ایسے شخص کے لیے طوبیٰ ہے جس نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا۔ پھر طوبیٰ ہے، پھر طوبیٰ ہے، پھر طوبیٰ ہے ایسے آدمی کے لیے جو مجھ پر ایمان لایا اور مجھے دیکھا نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک آدمی نے کہا، طوبیٰ سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: جنت میں ایک ایسا درخت ہے جس کی لمبائی ایک سو سال کی مسافت کے برابر ہے۔ اہل جنت کا لباس اس کے شگوفوں سے نکلتے ہیں۔''

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ۝ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ یَلْبَسُوْنَ ثِیَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّ اِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِئِیْنَ فِیْهَا عَلَی الْاَرَآئِكِ ؕ نِعْمَ الثَّوَابُ ؕ وَ حَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ﴾

''بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے یقیناً ہم ایسے شخص کا عمل ضائع نہیں کرتے جس کا عمل اعلیٰ اور معیاری ہو۔ یہی لوگ ہیں کہ ان کے لیے سدا بہار جنتیں ہیں کہ ان کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، وہاں انھیں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور سبز رنگ کے لباس پہنیں گے جو باریک ریشم اور اطلس ودیبا سے بنائے گئے ہوں گے۔ وہ ان جنتوں میں تکیے لگا کر بیٹھیں گے اونچی مسندوں پر یہ بہترین اجر ہے اور اعلیٰ درجہ کی آرام گاہ ہے۔'' [الکھف: ٣٠، ٣١]

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ۝ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا لَا یَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا ﴾

''بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کی جنت الفردوس میں مہمان نوازی ہوگی۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور اس سے نکلنا نہ چاہیں گے۔'' [الکھف: ١٠٧، ١٠٨]

قتادۃ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: الفردوس سے مراد ربوۃ الجنة واوسطها وافضلها۔ [ابن کثیر: ٩/ ٢٠٢]

''جنت کا بلند درمیانی اور سب سے افضل مقام ہے۔''

حضرت سمرۃ رضی اللہ عنہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ

الفردوس ربوة الجنة واوسطها واحسنها۔ [ابن جریر: ١٦/ ٣٨۔ طبرانی فی الکبیر: ٦٨٨٦۔ ٧/ ٢٥٨۔ مجمع الزوائد: ١٠/ ٤٠١۔ علامہ البانی علیہ الرحمہ نے اس

روایت کوشواہد کی بنا پر صحیح کہا۔السلسلة الصحيحة: ٢٠٠٣/ ٩/٥ دیکھئے اس کا شاهد ترمذی، كتاب تفسير القرآن، باب ومن سورة المؤمنون، رقم الحديث: ٣١٧٤۔ مسند احمد: ٣/ ٢٦٠]

''فردوس جنت کا بلند، درمیانی اور خوب صورت ترین مقام ہے۔''

صحیحین میں ہے نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

اذا سألتم الله الجنة فاسئلوه الفردوس فانه اعلى الجنة واوسط الجنة ومنه تفجر انهار الجنة ۔ [بخاری، كتاب الجهاد، باب درجات المجاهدين فى سبيل الله، رقم الحديث: ٢٧٩٠۔ ١١/٦]

''جب تم اللہ تبارک وتعالیٰ سے جنت کا سوال کروتو جنت الفردوس کا سوال کرو اس لیے کہ وہ جنت کا اعلیٰ، بلند اور درمیانی مقام ہے اور وہیں سے جنت کی نہریں جاری ہوتی ہیں۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ مَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ۝ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى ﴾

''اور جو اس کے حضور ایمان کے ساتھ حاضر ہوگا اس طرح کہ اس نے نیک کام کیے ہوں گے سو یہی لوگ ہیں جن کے لیے بلند درجات ہیں۔ سدابہار باغات ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ اس شخص کا بدلہ ہے جس نے پاکیزگی اختیار کی۔'' [طه: ٧٦]

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِىْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴾ [الحج: ٥٦]

''پس وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے، نعمت بھری جنتوں میں ہوں گے۔''

﴿ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴾ [العنكبوت: ٥٨]

''وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے ضرور ہم انھیں جنت کے اندر بلند وبالا عمارتوں میں جگہ دیں گے۔ ان کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ نیک عمل کرنے والوں کا کیا ہی اچھا عمل ہے۔''

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِىْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ۝ ذٰلِكَ الَّذِىْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ﴾ [الشورىٰ: ٢٢، ٢٣]

''وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے وہ جنتوں کے باغات میں ہوں گے ان کے لیے ہر وہ چیز ان کے ربّ کے پاس ہے جس کو وہ چاہیں گے۔ یہی تو اللہ پاک کا بہت بڑا فضل ہے۔ یہی وہ چیز ہے جس کی خوشخبری دیتا ہے اللہ ربّ العزت اپنے بندوں کو جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے۔''

انسان کی کامیابی یہ نہیں کہ وہ مال ودولت کے لحاظ سے اپنے ہمجولیوں سے بلند وبالا ہو کر اپنی زندگی کے ایام گزارے اور احکامِ الٰہیہ سے ناواقف وبے خبر ہو۔ بلکہ یہ تو اپنی بربادی کا سامان اپنے لیے ذخیرہ کر رہا ہے۔ اس سے بہتر تھا کہ معاشی خوشحالی سے خالی ہوتا لیکن دولت ایمان سے بہرہ مند ہوتا۔ بقول کسی شاعر ؎

افعال مضر سے کچھ نہ کرنا بہتر ہے
غفلت کی ہنسی سے آہ بھرنا بہتر ہے

انسانی کامیابی بس یہی ہے کہ وہ ایسے زندگی گزارے جیسے اس کے مالک کو پسند ہے اور روز قیامت اپنے محبوب بندوں کے ساتھ جنت کا داخلہ عطا فرما دے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ۝ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ﴾ [الزخرف: ٧٠]

''جو ہماری آیات کے ساتھ ایمان لائے اور مطیع فرمان بن کر رہے تم اور تمہاری بیویاں جنت میں داخل ہو جاؤ۔ تمھیں خوش کر دیا جائے گا۔''

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى نُزُلًا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ [السجدہ: ١٩]

''پس وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے سو ان کے لیے مہمان نوازی کے طور پر جنت کی قیام گاہیں ہیں ان اعمال کے سبب جو وہ کیا کرتے تھے۔''

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ بِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ط ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ [الحدید: ١٢]

''اس دن جب تم دیکھو گے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو کہ دوڑ رہا ہوگا ان کا نور ان کے آگے آگے اور ان کی دائیں جانب (ان سے کہا جائے گا) بشارت ہے تمہارے لیے آج ایسی جنتوں کی جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔''

ابو درداء رضی اللہ عنہ اور ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے۔ نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

انا اوّل من يؤذن له يوم القيامة بالسجود وأوّل من يؤذن له برفع رأسه فانظر من بين يدى ومن خلفى وعن يمينى وعن شمالى فاعرف امتى من بين الامم۔ فقال له رجل يا نبى الله، كيف تعرف امتك من بين الامم ما بين نوح الى امتك، قال: اعرفهم محجلون من اثر الوضوء ولا يكون لأحد من الأمم غيرهم واعرفهم يؤتون كتبهم بأيمانهم واعرفهم بسيماهم فى وجوههم واعرفهم بنورهم يسعى بين ايديهم وذريتهم ۔ [ابن كثير: ١٣/ ٤١٧۔ مستدرك حاكم: ٢/ ٤٧٨ وقال صحيح الاسناد ولم يخرجاه۔ وسكت عنه الذهبى فى التلخيص]

''میں روزِ قیامت سب سے پہلا شخص ہوں جسے سجدہ کرنے کی اجازت دی جائے گی اور میں سب سے پہلا شخص ہوں گا جسے (سجدہ) سے سر اٹھانے کی اجازت دی جائے گی پس میں اپنے سامنے اور پیچھے، دائیں اور بائیں کے (تمام لوگوں کو) دیکھ لوگوں گا اور (تمام) امتوں کے درمیان سے اپنی امت کو پہچان لوں گا۔ پس ایک آدمی نے کہا، اے اللہ کے نبی ﷺ! آپ اپنی امت کو تمام امتوں کے درمیان سے کیسے پہچان لیں گے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں ان کو پہچان لوں گا وہ نشاناتِ وضو کی وجہ سے چمک رہے ہوں گے۔ (یہ علامت) ان کے علاوہ کسی بھی امت کے لوگوں کی نہیں ہوگی، اور میں ان کو پہچان لوں گا (کیوں کہ) انھیں ان کے اعمال نامے دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے، اور میں پہچان لوں گا ان کی علامت کی وجہ سے جو ان کے چہروں پر ہوگی اور میں ان کے نور کی وجہ سے پہچان لوں گا جو ان کے اور ان کی اولاد کے سامنے دوڑ رہا ہوگا۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما اللہ ربّ العزت کے فرمان ﴿يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ ﴾ ''ان کا نور ان کے سامنے دوڑ رہا ہوگا'' کے بارے فرماتے ہیں:

على قدر اعمالهم يمرون على الصراط منهم من نوره مثل الجبل ومنهم من نوره مثل النخلة ومنهم من نوره مثل الرجل القائم وادناهم نوراً من نوره

فی ابهامه یتقد مرة ویطفأ مرة ـ

[ابن کثیر : ۱۳/ ٤١٦]

''ان کے اعمال کے مطابق ہوگا (یعنی ان کا نور) وہ پل صراط سے گزریں گے۔ ان میں سے بعض کا نور پہاڑ کی مانند ہوگا اور ان میں سے بعض کا نور کھجور کی مانند ہوگا، اور ان میں سے بعض کا نور کھڑے آدمی کی طرح ہوگا، اور ان میں سب سے کم نور والا وہ ہوگا کہ اس کا نور اس کے انگوٹھے میں ہوگا۔ ایک مرتبہ روشن ہوگا اور ایک مرتبہ بجھے گا۔''

روزِ قیامت ملنے والی یہ تمام کی تمام فضیلتیں برحق ہیں، ان کا حصول مگر کیسے؟

بس بندہ خالصتاً مومن بن کر زندگی گزارے، جیسے ملک الاملاک کو پسند ہے۔ تب روزِ قیامت یہ نعمتیں بآسانی حاصل کر سکے گا ورنہ پھر رحمت الٰہی سے دور ہو جائے گا اور شمار بھی اخسرین میں ہے۔ اللھم وفق لنا لما تحب وترضی

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَ مَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَ يَعْمَلْ صَالِحًا يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا ﴾ [الطلاق: ۱۱]

''(اور بھیجا ہے) ایک ایسا رسول جو تم پر اللہ کی آیات تلاوت کرتا ہے، جو صاف صاف ہدایت دینے والی ہیں تاکہ اللہ ربّ العزت نکالے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے اندھیروں سے روشنی کی طرف۔ اور جو اللہ پر ایمان لائے اور عمل صالح کرے داخل کرے گا (اللہ تعالیٰ) اس کو ایسے باغات میں جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ربّ العزت نے ایسے شخص کے لیے بہترین رزق رکھا ہے۔''

ان آیات بینات سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ دنیوی معاشی افزائشیں اور اخروی نعمتیں ایسے لوگوں کے لیے ہیں جن کی زندگی احکاماتِ الٰہیہ کے مطابق گزری۔ دنیاوی آزمائشیں ایمان کے امتحان کے لیے ہوتی ہیں۔ ایک مومن ان اوقات میں بھی صبر کر کے اجر وثواب کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ (اے اللہ! ہمیں بھی ان لوگوں میں بنا دے، جو خوشحالی میں شکر اور تنگ دستی میں صبر کرتے ہیں۔) [جاری ہے]



شیخ الحدیث مولانا محمد علی جانباز صاحب کے لیے دعائے صحت

شیخ الحدیث مولانا محمد علی جانباز صاحب حفظہ اللہ گزشتہ کچھ دنوں سے علیل چلے آ رہے ہیں۔ پیرانہ سالی کے باعث گھٹنوں اور ٹانگوں میں درد اور نقاہت ہے۔ احباب موصوف کی صحت کاملہ وعاجلہ کے لیے دعا فرمائیں۔ [عبدالرحمٰن، جامعہ رحمانیہ ناصر روڈ، سیالکوٹ]

وصیت کی شرعی حیثیت

میاں محمد افضل (چیئرمین اسلامک ویلفیئر فاؤنڈیشن)

کیا آپ کا وصیت نامہ آپ کے تکیہ کے نیچے موجود ہے؟ نہیں تو! بھلا زندگی میں اس کا کیا کام......جی نہیں، جلدی کیجیے۔ آپ کے اوپر دو راتیں بھی ایسی نہ گزریں کہ آپ کا وصیت نامہ آپ کے پاس تیار نہ ہو۔

ذرا یاد تو کیجیے کہ سورۂ بقرہ آیت ۱۸۰ میں اللہ تعالیٰ کیا فرما رہے ہیں:

﴿ كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرَا ۚ ۨالْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴾ [البقرة: ١٨٠]

''تم پر فرض کیا گیا ہے کہ جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آئے اور وہ اپنے پیچھے خیر (مال) چھوڑ رہا ہو تو والدین اور رشتے داروں کے لیے معروف طریقے سے وصیت کرے، یہ حق متقی لوگوں پر ہے۔''

اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں:

مَا حَقُّ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ لَهٗ شَىْءٌ يُّوْصِىْ فِيْهِ يَبِيْتُ لَيْلَتَيْنِ اِلَّا وَ وَصِيَّتُهٗ مَكْتُوْبَةٌ عِنْدَهٗ۔

''کسی ایسے مسلمان بندے کے لیے جس کے پاس کوئی ایسی چیز (جائیداد، سرمایہ، امانت، قرض وغیرہ) ہو جس کے بارے میں وصیت کرنی چاہیے تو درست نہیں کہ وہ دو راتیں گزار دے جب کہ اس حال میں کہ اس کا وصیت نامہ لکھا ہوا اس کے پاس نہ ہو۔'' [بخاری: ٢٧٣٨۔ مسلم: ١٦٢٧]

وصیت کے معنیٰ:

وصیت ہر اس کام کو کہا جاتا ہے جس کے کرنے کا تاکیدی حکم دیا جائے خواہ وہ کام زندگی میں ہو یا بعد الموت۔ البتہ عرف عام میں اس کام کو کہا جاتا ہے جس کے کرنے کا تاکیدی حکم بعد الموت ہو۔ سورۂ بقرہ کی آیت ۱۸۰ میں آنے والے لفظ خیر کے بہت سے معنوں میں سے ایک معنی مال کے بھی آتے ہیں، جیسے سورۂ عادیات میں ہے:

﴿ وَ اِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ﴾ [العاديات: ٨]

وصیت کی اہمیت:

حدیث مبارکہ کے الفاظ ''دو راتیں نہ گزریں'' اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ اس کام کے لیے موت کے وقت کا انتظار نہیں کرنا چاہیے۔ نہ معلوم موت کب اور کس حال میں آئے اور اس وقت انسان کو اتنی مہلت ملے یا نہ ملے۔ یہ ضروری بھی نہیں کہ کوئی ہمارے پاس ہو جسے ہم وصیت کے الفاظ سنا سکیں۔ بعض اموات حادثاتی یا ناگہانی بھی ہوتی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''رسول اللہ ﷺ کا ارشاد سننے کے بعد ایک دن ایسا نہ گزرا کہ میرا وصیت نامہ میرے پاس نہ ہو۔'' [بخاری و مسلم رقم مذکور]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جس نے وصیت کی حالت میں انتقال کیا، یعنی اس حالت میں جس کا انتقال ہوا کہ اپنے مال اور معاملات کے بارے میں جو وصیت اس کو کرنی چاہیے تھی، وہ اس نے کی اور صحیح اور لوجہ اللہ کی تو اس کا انتقال ٹھیک راستے پر شریعت پر چلتے ہوئے ہوا، اور اس کی موت تقویٰ اور شہادت والی موت ہوئی اور اس کی مغفرت ہو گی۔'' [سنن ابن ماجہ: ۲۷۰۱]

یہ حدیث وصیت کے ہر وقت تیار کرنے کی اہمیت کو واضح کرتی ہے۔ لیکن بات صرف یہی نہیں کہ یہ وصیت اللہ کی رضا (لوجہ اللہ) کی خاطر ہو بلکہ کسی حق دار کو کسی بھی طرح کا نقصان نہ پہنچایا جائے۔ چناں چہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں:

”(کبھی ایسا ہوتا ہے کہ) کوئی مرد ۷۰ سال تک اللہ کی فرماں برداری والی زندگی گزارتے رہتے ہیں، پھر جب ان کی موت کا وقت آتا ہے تو وصیت میں (حق داروں کو) نقصان پہنچا دیتے ہیں اور ان کے لیے دوزخ واجب ہوجاتی ہے۔“ [سنن ابن ماجہ:۲۷۰۴]

ذرا غور کیجیے! ۷۰ سال کی عبادت کے بعد بھی دوزخ کا واجب ہونا، آخر کیوں؟

وصیت کی تاکیدی حکمت:

دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف سے قانون وراثت کے باضابطہ اعلان سے پہلے صاحب دولت حضرات کے لیے وصیت ہی وہ واحد ذریعہ تھا جس سے تعین کیا جاتا تھا کہ مرنے کے بعد اس کے مال و دولت اور جائیداد پر کس کا حق ہے۔ اس ضمن میں وہی طرز عمل رائج الوقت تھا جو باپ دادا سے چلا آرہا تھا۔ چوں کہ یہ اصول وضوابط انسانوں کے وضع کیے ہوئے تھے اس لیے اوّل تو حسب ضرورت بدلتے رہتے تھے، نیز اکثر انصاف سے بھی بیگانہ ہوتے تھے۔ عورتیں اور بچے اس ناانصافی کا خصوص ہدف تھے۔ زندگی کے آخری لمحات تک وصیت لکھنے کا یہ کام ملتوی رکھا جاتا۔ اگر کہیں لکھا بھی جاتا تو صاحب جائیداد اپنی مرضی سے جسے چاہتا اور جیسے چاہتا نوازتا اور جسے چاہتا محروم کردیتا، کوئی پوچھنے والا نہ ہوتا۔ کبھی یوں ہوتا کہ مرنے والا مر جاتا اور وصیت کی عدم موجودگی کے باعث اس کا مال پس ماندگان میں باہمی رنجشوں، تنازعات اور تعلقات کے ٹوٹنے کا باعث بن جاتا۔ گویا وصیت کا قانون ہونے کے باوجود حالات انتہائی دگرگوں تھے۔ اس فضا میں ایک عادلانہ اور منصفانہ قانون کی اشد ضرورت تھی، خاص کر ایسی بالا دست ہستی کا دیا ہوا قانون جس کی خلاف ورزی آسان نہ ہو۔ یوں ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے قانونِ وراثت نازل فرمایا اور نزدیکی رشتے داروں کے حصے از خود مقرر فرما دیے۔ اب اگر کوئی روگردانی کرتا ہے تو گنہگار ہوتا ہے اور ربّ کائنات کو ناراض کرتا ہے۔ لیکن قانونِ وراثت [النساء:۱۴-۷] کے آجانے کے بعد بھی کل مال کے ۱/۳ حصے پر صاحب مال کو وصیت کا اختیار دیا گیا تاکہ دور کے رشتے داروں اور ضرورت مندوں کی مدد یقینی بنائی جاسکے۔ اس سے دین اسلام میں اقربا کے حقوق کی ادائیگی اور خبر گیری کی اہمیت اجاگر ہوتی ہے۔ اسلام میں انسانی تعلقات و معاملات کی اہمیت واضح ہے۔ معاشرے کے استحکام کی بنیاد بھی تعلقات پر ہے، خاص کر وہ افراد جن کا تعلق ایک گھرانے یا خاندان سے ہو۔ حالات شاہد ہیں کہ وہ صاحب حیثیت اشخاص جنھیں اللہ تعالیٰ نے نعمتوں سے نوازا ہے خصوصاً مال و دولت سے، وہ اگر اپنی زندگی میں یہ فیصلہ کردیں کہ کس چیز پر کس کا حق ہے تو ان کے اس دنیا سے چلے جانے کے بعد یہی مال آپس کے تعلقات میں کدورتیں ڈالتا ہے، بلکہ بسا اوقات بات بڑھتے بڑھتے خون خرابے تک جا پہنچتی ہے۔

مال سے انسان کی دلچسپی طبعی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ معاشرے کو فساد سے بچانے کے لیے شریعت نے مال و دولت کی متوازن اور منصفانہ تقسیم کا قانون مقرر کیا ہے اور اس پر عمل کی تاکید فرمائی تاکہ لوگ اسے حکم الٰہی سمجھ کر بروقت انجام دیں۔ اللہ تعالیٰ حق بات کہنے سے نہیں شرماتا، جب کہ انسان سوچتا ہے کہ اگر ہم نے کسی کو اس کی زندگی میں وصیت تحریر کرنے کا مشورہ دیا تو وہ سوچے گا کہ ”انھیں ابھی سے ہمارے مرنے کے بعد تقسیم ہونے والے مال کی فکر لاحق ہوگئی ہے۔“ بلاشبہ اس سوچ کو تبدیل کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ وصیت نامے کے ذریعے ہی رشتہ داروں اور وارثوں کے درمیان بعد میں پیدا ہونے والے تنازعات اور غلط فہمیوں سے بچا جاسکتا ہے۔

وصیت کی شرعی حیثیت:

تقسیم وراثت کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے باضابطہ قانون بن جانے کے بعد وصیت کی شرعی حیثیت کچھ اس طرح سے ہوگئی:

①...... جن وارثوں کے حصے قرآن میں مقرر کردیئے گئے ہیں ان میں نہ تو وصیت کے ذریعے کمی بیشی کی جاسکتی ہے اور نہ کسی وارث کو میراث سے محروم کیا جاسکتا ہے اور نہ کسی وارث کو اس کے قانونی حصے کے علاوہ کوئی چیز بذریعہ وصیت دی جاسکتی ہے۔

②...... وصیت کل جائیداد کے صرف ایک تہائی (۱/۳) حصے کی حد تک کی جاسکتی ہے۔ وہ بھی ایسے قرابت داروں کے لیے جو وارث نہ ہوں اور ایسے لوگوں کے لیے جو قرابت نہ رکھتے ہوں لیکن اس بات کے مستحق ہوں کہ ان کے لیے وصیت کی جائے۔

③...... لیکن اگر وارثوں کی اجازت اور خوشی شامل حال ہے تو

ایک تہائی سے زائد بلکہ پورے مال کی بھی وصیت جائز ہے۔

④......جس شخص پر کسی کے حقوق واجب ہوں یا کسی کا قرض ہو یا کسی کی امانت رکھی ہو اس پر واجب ہے کہ وصیت میں اس کا ذکر کر کے متعلقین کو ادائیگی کی ہدایت کرے۔

⑤......وصیت کی بعض شکلیں فرض ہیں۔ مثلاً: ایسے والدین جو غیر مسلم ہوں یا بہن بھائی جو غیر مسلم ہوں، ان کا وراثت میں حصہ نہیں۔ اس لیے ان کے لیے وصیت فرض ہے۔

مال کے علاوہ وصیت:

وصیت نامے میں مالی وصیت اور لوگوں کی امانتوں وغیرہ سے متعلق لکھنا بے شک اہم حصہ ہے۔ مگر چوں کہ قرآنِ پاک میں اللہ تعالیٰ نے لفظ خیر [البقرۃ: ۱۸۰] استعمال کیا ہے اس لیے وصیت کی اس تحریر کو کسی خاص دائرے تک محدود نہیں کیا جاسکتا۔ یوں بھی یہ بات یقینی نہیں کہ ہر آدمی اس حد تک صاحب جائیداد ہو کہ اس کا ترکہ قابل تقسیم ہو۔ اب اگر کسی کا جی چاہے تو آخر وہ اپنے وصیت نامے میں لکھے۔ اس میں بے شمار باتیں شامل کی جاسکتی ہیں جو بلاشبہ معاشرے میں باعث خیر ہیں اور ہوسکتی ہیں۔ انسانوں کی اس بستی میں سب کی ضرورتیں اور حالات مختلف ہیں۔ تربیت اولاد اور دیگر معاملات میں انسان اپنی زندگی ہی میں نہیں مرنے کے بعد بھی کچھ باتوں کی خواہش رکھتا ہے۔ اس کے لیے زبانی تاکید بھی کرتا ہے مگر ممکن ہے بعد میں یہ تاکید کسی کو یاد رہے اور کسی کو نہیں۔ ایسا بارہا دیکھا گیا ہے کہ بعض لوگ اپنے متعلقین کی زندگی میں ان کی نصیحتوں اور اچھے عمل کی قدر نہیں کرتے لیکن ان کے اس دنیا سے چلے جانے کے بعد یہی نصیحتیں اور عمل ان کی زندگی بدل کر رکھ دیتے ہیں۔ یوں وصیت نامہ ہی وہ ذریعہ نظر آتا ہے جس میں ہم اپنے پیچھے رہ جانے والے رشتہ داروں کے لیے کچھ لکھ سکتے ہیں۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ ہم اپنے وصیت نامے میں کیا کیا شامل کر سکتے ہیں تا کہ ہماری اولاد بعض کام کر کے نہ صرف ہمارے لیے صدقہ جاریہ بنے بلکہ اپنی عاقبت بھی سنوارے۔

①......آج زندگی میں اپنی اولاد کو اپنے لیے دعا کرنا سکھایئے اور بعد میں دعا کرتے رہنے کی تاکید لکھیے۔ اور یہ بھی ضرور لکھیے کہ کس طرح مرنے والا قبر میں ان دعاؤں کا منتظر رہتا ہے۔

②......آپس کے حقوق ولحاظ کی تاکید لکھیے۔ جڑ کر رہنے کے فوائد اور بکھر جانے کے نقصانات تحریر کیجیے۔

③......کسی خاص بچے کے لیے خاص نصیحت کے پیش نظر ہدایات تحریر کیجیے۔

④......اچھے کاموں کی نصیحت کرتے ہوئے انھیں آخرت میں اللہ کی رضا کے حصول کا ذریعہ بنانا بتایئے۔ اس لیے کہ دنیا میں بہت سی کوششیں بظاہر ناکام نظر آتی ہیں اور اچھے کام تو اللہ پر ایمان نہ رکھنے والے بھی بہت کرتے ہیں۔

⑤......تربیت اولاد اور ان کے دینی فہم کے حصول کے لیے آپ آج جو محنت اور کوشش کر رہے ہیں انھیں مختصراً ضبط تحریر میں لایئے۔ ممکن ہے کل آپ نہ رہیں تو آپ کے لکھے ہوئے یہ الفاظ ہی اولاد کی زندگی بدل دیں۔

⑥......باقاعدہ بیٹھ کر ایسی باتوں کی فہرست مرتب کیجیے جن کے لیے آپ کی خواہش یا ضرورت ہو کہ آپ کی غیر موجودگی میں انھیں کس کس طرح ہونا چاہیے۔

⑦......خاندانی معاملات میں ان معاملات کی طرف توجہ دلایئے جن سے بچنا یا جن کی پابندی آپ کے پسماندگان کو سکون وراحت فراہم کرے۔ اس ضمن میں اولاد کو ان کی شادیوں کے بعد کے رہن سہن سے متعلق ہدایات بھی مفید ہوں گی۔

⑧......خاندان یا احباب میں سے کسی خاص فرد کے بارے میں کوئی ہدایت ہو تو وہ لکھیے۔

⑨......اپنی ذات یا اپنے کسی ادھورے کام کی تکمیل کے لیے کوئی ہدایت ہو تو تحریر کیجیے۔

⑩......اپنی اولاد (بہن بھائیوں) کو ایک دوسرے کی زندگی کے اہم معاملات کا خیال رکھنے کی از حد تاکید لکھیے۔ مثلاً: تعلیم، شادی یا دیگر ضروریات۔ ضروری نہیں کہ والدین اپنے تمام بچوں کی ساری ضروریات وفرائض اپنی زندگی ہی میں پورے کر چکے ہوں۔

⑪......اپنی زندگی کے ساتھی سے متعلق نصیحت ضرور کیجیے کہ آپ کے بعد آپ کے شوہر یا بیوی کا کس طرح خیال رکھا جائے۔

مؤثر وصیت نامہ:

① ......سب سے پہلے صفحے پر اسے کم از کم ایک بار پڑھ لینے کی وصیت لکھئے۔ آج جب آپ اسے لکھ رہے ہیں تو کھلے عام اس کا تذکرہ کیجیے۔

② ......اس کی نشاندہی کیجیے کہ کس کاپی میں ہے اور کہاں رکھا ہے، چھپا کر مت رکھیے کیوں کہ آپ کا ایمان ویقین ہے کہ موت کسی وقت بھی آ سکتی ہے۔ آپ کے اہل خانہ کو اس کی بابت علم ہونا چاہیے۔

③ ......اسے پڑھنے کے فوائد ابھی سے ہی متعلقین کو سمجھائیے۔

④ ......اسے پنسل یا ہلکی سیاہی سے نہیں، قلم سے نمایاں لکھئے اور اس کے لیے مجلد کاپی کا انتخاب کیجیے تاکہ عرصہ دراز تک چلے۔

⑤ ......ایک صفحے پر صرف ایک وصیت لکھئے اور ترتیب کا خیال رکھیے۔

⑥ ......ایک ساتھ سارا وصیت نامہ لکھنے نہ بیٹھ جایئے۔ سب کام ایک نشست میں ختم کرنے کا خیال ممکن ہے آپ میں سستی پیدا کردے اور آپ اسے آج کل پر ٹالتے رہیں، جب کہ آپ کو یہ کام پہلی فرصت میں شروع کرنا ہے، ختم نہیں کرنا۔ پھر جوں جوں خیال آتا رہے اس دن کی تاریخ ڈال کر لکھتے جائیں۔ گویا یہ آپ کے روزمرہ کاموں میں سے ایک اہم کام ہے۔

⑦ ......ایک مؤثر وصیت نامے کی بہت بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ ضرررساں نہ ہو یعنی کسی کو اذیت پہنچانے والا نہ ہو۔ [دیکھئے سورۂ نسا: ۱۲] اس ضرررسانی میں جہاں بہت سی دوسری چیزیں شامل ہیں، مثلاً: غیر متوازن وصیت، جھوٹی شہادتیں، فرضی واقعات درج کردینا اور وصیت کو حق داروں کے خلاف کردینا وغیرہ۔ وہاں یہ چیز بھی یقیناً شامل ہے کہ وہ فرائض منصبی جو ہر مرد اور عورت کو اپنی زندگی میں بذات خود ادا کرنا لازم ہیں انھیں غفلت، لاپرواہی، معاملات زندگی کو کھیل سمجھ لینے کی وجہ سے چھوڑ دینا، اور اب وصیت لکھتے ہوئے اپنے متعلقین کے اوپر غیر ضروری بوجھ ڈالتے ہوئے انھیں ادا کرنے کی تاکید کرنا۔ اس طرح آپ اللہ کے آگے جواب دہی سے بچ نہیں سکتے بلکہ آپ تو دوہرے مجرم ہوجائیں گے۔ اول تو اپنے اوپر عائد فرائض کی عدم ادائیگی، پھر اسے خوامخواہ دوسرے کے سر پر لاد دینا۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اگر زندگی کے کسی بھی میدان میں کمی رہ گئی ہے تو اب کم وقت میں زیادہ کرکے اس کمی کو پورا کرنے کی سعی کیجیے۔ پھر اس کے بعد کی کسی چھوٹی موٹی کسر کو پورا کرنے کے لیے آپ ضرور وصیت کرسکتے ہیں۔

⑧ ......جس وقت آپ کو احساس ہو کہ اس کا بیشتر حصہ مکمل ہو چکا تو اس کی فوٹو کاپی بنوا کر وہ ایک قریبی با اعتماد لوگوں کے پاس بھی رکھوا دیجیے۔ چاہے وہ آپ کی اولاد میں سے ہوں یا کوئی دوسرا قریبی رشتے دار ہو۔

وصیت اور وراثت میں فرق:

وصیت اور وراثت کی اصطلاحات میں بھی فرق ہے، اس کو بھی سمجھنے کی ضرورت ہے۔

وراثت:

وہ مال جو مرنے والا اپنے پیچھے رہ جانے والے قریبی متعلقین کے لیے چھوڑ جائے۔ قانون وراثت کے ضمن میں [سورۂ نساء: ۷تا۱۴] میں اللہ تعالیٰ نے ہر وارث کے حصے خود مقرر کردیئے ہیں۔ چناں چہ [سورۂ نساء: ۷اور۸] میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

> ''مردوں کے لیے اس مال میں حصہ ہے جو ماں باپ اور قریبی رشتے داروں نے چھوڑا ہو، اور عورتوں کے لیے اس مال میں حصہ ہے جو ماں باپ اور قریبی رشتے داروں نے چھوڑا ہو، خواہ تھوڑا ہو یا بہت۔ اور یہ حصہ (اللہ کی طرف سے) مقرر ہے۔ اور جب تقسیم کے موقع پر کنبے کے لوگ اور یتیم و مسکین آئیں تو اس مال میں سے ان کو بھی کچھ دو اور ان سے بھلے مانس کی سی بات کرو۔''

اس کے بعد آیت ۱۲ تک مقرر شدہ حصوں کی تفصیل موجود ہے۔

وصیت:

ہر اس کو کہا جاتا ہے جس کے کرنے کا حکم دیا جائے۔ شرعی اصطلاح میں صاحب وصیت کی کوئی بھی معقول نصیحت جس کی تکمیل وہ اپنے مرنے کے بعد کرنے کی خواہش رکھے، اس کی وصیت کہلاتی ہے۔

قانون وراثت و وصیت چند اہم نکات:

قانونِ وراثت و وصیت سے متعلق چند اہم نکات ہیں جو پیش نظر

رہنے چاہئیں۔

①...... میراث کے حق دار صرف مرد نہیں بلکہ عورتیں اور بچے بھی ہیں۔

②...... میراث بہر حال تقسیم ہوگی خواہ کتنی ہی کم ہو۔ حتی کہ اگر مرنے والے نے ایک گز کپڑا چھوڑا ہے اور دس وارث ہیں تو اسے بھی دس حصوں میں تقسیم ہونا چاہیے۔ یہ اور بات ہے کہ ایک وارث باقی سب کے حصے خرید ے۔

③...... قانون وراثت ہر قسم کے مال واملاک پر جاری ہوگا۔

④...... قریب تر رشتے دار کی موجودگی میں بعید تر رشتے دار میراث نہ پائے گا۔

⑤...... مرنے والے کے مال سے پہلے کفن دفن کا انتظام ہوگا اس کے بعد اگر میت کا قرض ہے تو وہ ادا کیا جائے گا۔ اگر قرضہ ادا کرنے میں تمام مال ختم ہوجاتا ہے تو وراثت تقسیم نہیں کی جائے گی۔ لیکن اگر قرض نہیں تو اب ایک تہائی (۱/۳) مال پر وصیت لاگو ہوگی۔ بالفرض وصیت نہیں تو پھر تمام مال شرعی وارثوں میں تقسیم کردیا جائے گا۔ خیال رہے کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد جو فرض اور واجب کے درجے میں ہوں ان سے متعلق وصیت فرض ہے اور جو سنت اور مستحب کے درجے میں ہوں ان کی وصیت مستحب ہے۔ تمام صورتوں میں تحریری وصیت مستحب ہے، فرض نہیں۔ قانون وراثت کے آنے کے بعد صرف ایک تہائی مال پر وصیت کی جاسکتی ہے۔ اگر کوئی صاحب مال ایسی وصیت کی حاجت محسوس نہ کرتا ہو تو تمام مال وارثوں کا ہوگا۔

⑥...... تقسیم وراثت قربت کی بنیاد پر ہوگی، ضرورت کی بنیاد پر نہیں۔ دور کا رشتے دار خواہ کتنا ہی ضرورت مند ہو مگر قریب کے رشتے دار کی موجودگی میں وراثت کا حق دار نہیں۔ ہاں ایسا شخص وصیت سے لے سکتا ہے یا کوئی وارث اپنا حصہ لینے کے بعد پھر جس کو دل چاہے دے سکتا ہے۔

⑦...... میراث کے حصے اللہ تعالیٰ کی جانب سے مقرر ہیں۔ اب ان کو کم زیادہ یا تبدیل کرنے کا کسی کو حق نہیں، نہ محروم کرنے سے کوئی شرعی وارث محروم ہوتا ہے، البتہ محروم کرنے والا گنہگار ہوتا ہے۔

⑧...... وہ دور کے رشتے دار جو ضرورت مند ہوں اور تقسیم کے وقت موجود بھی ہوں انھیں بھی کل مال میں سے تمام بالغ ورثاء کی رضا مندی سے کچھ نہ کچھ دے دیا جائے۔ یہ نہ صرف اخلاقی فرض ہے بلکہ شکرانہ ہے ان لوگوں کی طرف سے جنھیں اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی محنت کے یہ مال عطا فرمایا۔

⑨...... ایسے رشتے داروں کو اگر دیا جائے تو نابالغ اور غیر حاضر شرعی وارثوں کے حصے سے نہ دیا جائے۔ جو حصہ پاچکے ہیں وہ اپنے حصے سے دیں تو زیادہ مناسب ہے۔

⑩...... اگر ایسے رشتے دار اپنے حق سے تجاوز کرکے شرعی حق داروں کے برابر مطالبہ کریں تو کوئی ان کا یہ ناجائز مطالبہ پورا کرنے کا پابند نہیں مگر بات احسن انداز سے ہو، دل شکنی نہ کی جائے۔

⑪...... کسی شخص کو ضرر رساں وصیت کرتے ہوئے پائیں تو لازم ہے کہ اسے اس ظلم سے باز رکھیں۔

⑫...... میت کے بدن کے کپڑے بھی ترکے میں شامل ہیں۔ انھیں حساب میں لگائے بغیر صدقہ کردینا جائز نہیں۔

⑬...... ترکے کی تقسیم سے پہلے اس مال سے مہمانوں کی تواضع کرنا، صدقہ خیرات کرنا جائز نہیں۔ ایسا کرنے والے سخت گنہگار ہیں اور اس صدقے سے میت کو کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

ایک بزرگ کسی کی عیادت کو گئے ان کے سامنے ہی وہ آدمی مرگیا۔ بزرگ نے چراغ بجھا کر اپنے پیسوں سے تیل منگوا کر چراغ جلایا اور فرمایا: وہ چراغ وارثوں کی امانت تھا۔

⑭...... غرض کہ تقسیم سے پہلے وارثوں سے اجازت لے کر بھی صدقہ کرنا جائز نہیں۔ مبادا کوئی شرما شرمی میں اجازت دے دے مگر دل راضی نہ ہو۔

وراثت اور خواتین:

صنف نازک وہ طبقہ ہے جس کے حقوق واضح طور پر بتائے گئے

اور ان کی حفاظت کو ہر ممکنہ طریقے سے لازم بنایا گیا ہے۔ اسلام میں عدل وانصاف کے معاملے میں مرد وعورت برابر ہیں۔ دنوں کے حقوق صاف صاف بیان کردیئے گئے ہیں۔مگر صد افسوس! انھیں پورا کرنا تو دور کی بات ہے، ان کی مکمل آ گاہی بھی معلوم نہیں ہے۔ عورتوں کی اکثریت اپنے ان حقوق سے واقف ہی نہیں جو اسے اللہ ربّ العزت کی طرف سے عطا کیے گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ معاشرے میں رائج باپ دادا کے اکثر اصول اور سوچ کے مخصوص انداز عورتوں کو محرومی، ذہنی تناؤ اور انتشار کے علاوہ کچھ نہیں دے رہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ ان غلط رسوم ورواج کو ختم کر کے اللہ ربّ العالمین کے قوانین سے آ گاہی حاصل کی جائے۔ اس طرح اس عذابِ مہین سے بچنے کی تیاری کی جائے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے احکام وراثت والی آیات کے آخر میں کیا ہے۔ ہمارے معاشرے میں لڑکیوں کی شادی پر بے جا اسراف، جہیز کی شکل میں بے پناہ سامان، شادی کے بعد بچوں کی ولادت (خاص کر پہلی بار) کے لیے والدین کا خرچ اٹھانا، ان کے علاج معالجے کی ضرورت پڑنے پر انھیں والدین کے گھر چھوڑ دینے کا عام رواج ہے۔ لیکن اس کی کوئی شرعی حیثیت نہیں اور ان اخراجات کا تقسیم وراثت سے بھی کوئی تعلق نہیں۔ شادی کے بعد عورت کی کفالت اور ضروریات پورا کرنے کی تمام ذمہ داری اس کے شوہر کی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی تقسیم ہے۔ آیئے! ذرا دیکھتے ہیں کہ خواتین سے متعلق وراثت کا شرعی قانون کیا ہے؟

① ...... عورت مرد کی طرح وراثت کی جائز حق دار ہے، نہ کسی طرح محروم کی جاسکتی ہے اور نہ اس کا حصہ ہی معاف کرانے کا کسی کو بھی حق ہے۔ البتہ اس کا حصہ مرد سے آدھا ہے اس پر کسی کی کفالت کا بوجھ نہیں ڈالا گیا۔

② ...... اگر مرنے والا مسلمان مرد ہے تو دیکھا جائے گا کہ اس نے بیوی کا مہر ادا کیا یا نہیں، اگر نہیں تو پہلے تمام مال سے مہر ادا ہوگا۔ بالفرض مال صرف اتنا ہے کہ مہر کی ادائیگی کے بعد ختم ہوجاتا ہے تو پھر صرف مہر ادا کیا جائے گا اور کسی طرح کی وراثت تقسیم نہیں ہوگی۔ اگر مال مہر سے زائد ہے تب وراثت تقسیم کی جائے گی۔

③ ...... اگر کسی خاتون کے ساتھ یہ معاملہ پیش آیا کہ اس کا مہر اس طرح شوہر کی وفات پر دیا گیا تو اب وہ مہر کی رقم کے علاوہ وراثت سے اپنا مقرر جائز حصہ بھی پائے گی۔ یہ نہیں کہہ دیا جائے گا کہ تم نے ابھی ابھی مہر لیا ہے اب اپنی وراثت چھوڑ دو۔

④ ...... قرآنِ کریم نے لڑکیوں کو حصہ دلانے کا اس قدر اہتمام کیا ہے کہ لڑکیوں کے حصے کو اصل قرار دے کر اس کے اعتبار سے لڑکوں کا حصہ بنایا۔ چناں چہ [سورۂ نساء آیت:۱۱] کا ایک حصہ ہے۔ ''لڑکے کو دو لڑکیوں کے حصے کے بقدر ملے گا۔''

آخری بات:

احکام وراثت کا خاتمہ جس آیت پر ہوتا ہے اس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے گا اور اس کی مقرر کی ہوئی حدوں سے تجاوز کرے گا، اسے اللہ آگ میں ڈالے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لیے رسوا کن سزا ہے۔''

اس آیت سے درج ذیل باتیں سامنے آتی ہیں:

① ...... قانونِ وصیت ووراثت اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی حدود ہیں۔ ان کے خلاف کرنا ان سے تجاوز کرنا ہے۔

② ...... اس تجاوز کی سزا دوزخ کی آگ ہے۔

③ ...... یہ آگ کسی محدود مدت کے لیے نہیں ہمیشہ کے لیے ہے۔

④ ...... اس آگ میں رسوا کن عذاب (عذابِ مہین) دیا جائے گا۔ (اگرچہ قانون وراثت پر ایمان کی صورت میں بالآخر عذاب سے نجات ہوجائے گی لیکن طویل عرصے تک عذاب مہین تو بھگتنا پڑے گا۔)

آج کے قانونِ وراثت پر عمل نہ کرنے والے اور وصیت سے غفلت برتنے والے مسلمان غور کرلیں کہ وہ کس مقام پر کھڑے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کی زندگی اور صحت میں برکت عطا فرمائے اور ہمیں اپنے فرائض منصبی کی تکمیل کی توفیق اور مہلت عطا فرمائے، آمین۔

تفسیر ثنائی اور ردّ مذاہب باطلہ

تاج الدین ازھری

افرد وامم کی ترقی کا راز قرآنِ مجید کی حکیمانہ تعلیمات کی پیروی میں مضمر ہے جو بنی نوع انسان کی فلاح وصلاح کے جملہ اجزاء وعناصر پر مشتمل ہیں اور اسی بات کی طرف نبی اکرم ﷺ نے بھی اشارہ فرمایا ہے۔آپ ﷺ فرماتے ہیں:

قرآن میں پہلی اور پچھلی قوموں کے حالات مذکور ہیں۔اس میں تمہارے فیصلہ جات بھی مرقوم ہیں۔ یہ فیصلہ کن کتاب ہے جو مذاق پر مشتمل نہیں۔ یہ خدا کی رسی ہے۔ یہ ذکر حکیم اور صراطِ مستقیم ہے۔علماء اس کو پڑھتے پڑھتے سیر نہیں ہوتے۔ بار بار پڑھنے کے باوجود اس سے اکتاہٹ اور ملال پیدا نہیں ہوتا اور اس کے عجائبات ختم نہیں ہوتے۔

[ترمذی، محمد بن عیسیٰ ابوعیسیٰ، کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء فی القرآن، قاھرہ۔ مطبعة مصطفى الحلبى لطبعة لثانيه ۱۹۷۵م: ۵/ ۱۷۲]

اس حدیث پاک کو سامنے رکھتے ہوئے اس کتاب کے زمانہ نزول سے لے کر تا عصر حاضر مسلمانوں نے کتابِ الٰہی کے ساتھ خاص تعلق قائم رکھا اور اس کے مطالب ومعانی اور اسرار ونکات معلوم کرنے کے لیے جو مساعی جمیلہ سرانجام دی ہیں دنیا کی کوئی قوم اس کی نظر پیش نہیں کرسکتی۔

قرآنِ مجید کے معجزانہ اسلوب اور اس کی حکمتوں کو اجاگر کرنے کے لیے ہر دور میں علمائے کرام نے اپنے اپنے انداز میں اس کی تفسیریں لکھیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ودیعت کردہ مختلف فنون میں اپنی مہارتوں کو اس کتاب کی خدمت کے لیے وقف کیا۔

برصغیر پاک وہند میں شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ نے پہلی دفعہ قرآنِ مجید کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا، ان کے بعد ان کے بیٹوں نے اردو میں ترجمے اور تفاسیر لکھیں۔ان کے تلامذہ نے اس سلسلے کو اور آگے بڑھایا اور اس طرح تفاسیر کی ایک اچھی خاصی تعداد اب تک ہمارے سامنے آچکی ہے۔انھیں تفاسیر میں مولانا ثناءاللہ امرتسری رحمہ اللہ کی تفسیر ثنائی ہے جو کئی بار شائع ہوچکی ہے۔

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ برصغیر پاک وہند کی نامور علمی شخصیت تھے۔ان کا شمار بیسویں صدی عیسوی اور چودھویں صدی ہجری کے اکابر علمائے کرام میں ہوتا ہے جو بیک وقت متعدد اوصاف کے حامل تھے۔

مولانا کے آباء واجداد کا تعلق کشمیر سے تھا۔ان کے والد کاروبار کے سلسلے میں امرتسر آ گئے تھے اور یہیں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی۔ مولانا ثناء اللہ امرتسر میں جون ۱۸۶۸ء (۱۲۸۷ھ) میں پیدا ہوئے۔ [امرتسری، ثناءاللہ ابوالوفا، قرآنِ مجید مع تفسیر ثنائی، لاہور۔ثنائی اکیڈمی، ص:۸۳۴]

چودہ سال کی عمر میں حصولِ علم کا شوق دامن گیر ہوا۔اس زمانے میں امرتسر میں مولانا احمد اللہ رحمہ اللہ کا سلسلہ درس جاری تھا۔مولانا ثناء اللہ ان کے حلقہ درس میں شامل ہوگئے۔[ایضاً]

حدیث رسول پڑھنے کے لیے حافظ الحدیث مولانا عبدالمنان وزیرآبادی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہاں سے ۱۸۹۹ء میں سند فراغت حاصل کی۔[امرتسری، ثناءاللہ ابوالوفا، تفسیر ثنائی، لاہور۔ادارہ ترجمان السنۃ، ص:۵]

وہاں سے فارغ ہونے کے بعد دہلی پہنچے اور شمس العلماء حضرت میاں نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کی شاگردی اختیار کر لی اور حافظ عبدالمنان وزیرآبادی کی سند دکھا کر ان سے حدیث میں سند واجازہ حاصل کرنے کا شرف حاصل کیا۔[فضل الرحمٰن بن میاں محمد، مولانا ثناء اللہ

امرتسری، لاہور دارالدعوۃ السلفیہ، ص:۳۶]

شیخ الکل سے حدیث میں سند واجازہ سے بہرہ یاب ہونے کے بعد مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کا رخ کیا لیکن سہارنپور کا قیام بڑا مختصر رہا۔ ان دنوں دیوبند میں حضرت مولانا محمود الحسن رحمہ اللہ مسند تدریس پر فائز تھے۔ مولانا ثناء اللہ باقاعدہ ان کے حلقہ تلمذ میں داخل ہو گئے اور ان سے معقولات، منقولات اور ہر قسم کی کتب درسیہ کی تکمیل کی اور اس طرح حضرت مولانا عبدالمنان وزیر آبادی اور دیوبند کے درس حدیث میں جو فرق وامتیاز تھا اس سے بھی استفادہ کیا۔ دیوبند کی سند کو مولانا اپنے لیے باعث فخر قرار دیتے تھے۔ دیوبند سے فراغت کے بعد کان پور کا عزم کیا۔ ان دنوں مسند تدریس پر مولانا احمد حسن رحمہ اللہ متمکن تھے۔ معقول ومنقول میں ان کی مہارت کی وجہ سے حلقہ طلبہ میں ان کے درس کی بڑی شہرت تھی۔ اس لیے مولانا نے ان سے استفادہ ضروری سمجھا۔ ۱۸۹۲ء میں مولانا نے مدرسہ فیض عام سے سند فراغت حاصل کی۔

[قرآنِ مجید مع تفسیر ثنائی، ص:۸۳۵]

ان مختلف مدارس کے اسلوب تدریس میں نمایاں فرق تھا، مولانا نے اپنی خودنوشت سوانح میں بھی اس کا ذکر کیا ہے مگر فرق کی نوعیت واضح نہیں فرمائی۔ مولانا لکھتے ہیں:

''پنجاب میں حافظ عبدالمنان صاحب مرحوم میرے شیخ الحدیث تھے۔ دیوبند میں مولانا محمود الحسن صاحب اور کان پور میں مولانا احمد حسن صاحب رحمہ اللہ استاذ العلوم والفنون میرے شیخ الحدیث تھے اس لیے میں نے حدیث کے تینوں استادوں سے جو طرزِ تعلیم سیکھا وہ بالکل ایک دوسرے سے مختلف ہے جس کے ذکر کا یہ موقع نہیں۔'' [ایضاً]

اللہ تعالیٰ نے مولانا میں برجستگی اور حاضر جوابی جیسے خصائل کوٹ کوٹ کر بھر دیئے تھے۔ مولانا نے اپنی تعلیم کے ابتدائی دنوں ہی سے بحث ومناظرہ میں حصہ لینا شروع کر دیا تھا اور غیر مسلموں سے بحثیں بھی چھیڑتے تھے۔ بعض اوقات آپ امرتسر کے گرجا میں تشریف لے جاتے، پادریوں کی تقریریں سنتے اور ان پر ایسے اعتراضات کرتے کہ بیچاروں سے کوئی جواب نہ بن آتا۔

[سوہدروی، عبدالمجید خادم، سیرت ثنائی، لاہور۔ مکتبہ قدوسیہ، ص:۱۱۰]

اس پر مستزاد مختلف مدارس کے اسلوب تعلیم نے مولانا کو اپنی ذات میں ایک انجمن بنا دیا تھا۔ چناں چہ آپ بیک وقت مفسر، مدرس، خطیب، ایڈیٹر، مصنف، متکلم اور لاثانی مناظر تھے۔ آپ کی گرفت اس قدر مضبوط اور طاقتور ہوتی کہ حریف کے لیے جان چھڑانا مشکل ہی نہیں ناممکن ہو جاتا۔ بڑے بڑے آزمودہ کار اور جہاندیدہ مناظر آپ کے سامنے گھٹنے ٹیک دیتے۔ آپ کی تقریری اور تحریری سرگرمیوں کی بدولت بے شمار لوگ اسلام میں داخل ہوئے اور راہ ہدایت پر آ گئے۔

[سابق مصدر، ص:۶، ۷]

مولانا کی متعدد تصانیف ہیں ان میں سرفہرست وہ تصانیف ہیں جو آپ نے اسلام کی مدافعت اور مخالفین کے جواب میں لکھیں جیسے ''تقابل ثلاثہ'' اسے آپ نے پادری ٹھاکر دت کی کتاب ''عدم ضرورت قرآن'' کے جواب میں لکھا۔ اسی طرح اپنی کتاب ''اسلام اور مسیحیت'' عیسائیوں کی تین کتابوں عالمگیر مذہب اسلام ہے یا مسیحیت، دین فطرت اسلام ہے یا مسیحیت اور اصول البیان فی توضیح القرآن کے جواب میں لکھی۔ عیسائیوں کے رسالہ حقائق قرآن کا جواب معارف قرآن سے دیا۔

آریہ کی طرف سے شائع ہونے والی کتاب ستیارتھ پرکاش میں جب قرآنِ مجید پر ایک سو انسٹھ اعتراض کیے گئے تو ان کا جواب ''حق پرکاش'' لکھ کر دیا۔ آریہ نے جب کتاب ''کتاب اللہ وید ہے یا قرآن'' شائع کی تو مولانا نے اس کا جواب ''کتاب الرحمٰن'' لکھ کر دیا اور ان کی کتاب رنگیلا رسول کے جواب میں مقدس رسول لکھی۔ مرزائیوں کے خلاف مولانا نے اتنا لکھا کہ مولانا کو ان کے خلاف اپنی کتابوں اور مختلف رسائل کی تعداد ہی یاد نہ تھی۔ [تفسیر ثنائی، ص:۷]

مناظروں کی اس قدر بھرمار اور تحریری جوابات کی اس قدر بہتات کے باوجود آپ ٹھوس اور علمی کام سے بھی غافل نہیں رہے۔ آپ نے قرآنِ مجید کی چار تفاسیر لکھیں، جن میں سے دو پایہ تکمیل کو پہنچ کر بہت

مقبول ہوئیں اور دو پوری نہ ہوسکیں۔

مولانا کی تفاسیر سے پہلے بھی ہندوستان میں کئی ایک تفاسیر شائع ہوئیں جن سے مسلمانوں نے استفادہ کیا اور قرآنِ کریم کو سمجھا لیکن تمام خوبیوں کے باوجود ایک خلا تھا جسے پر کرنے کی سعادت مولانا ثناء اللہ کو حاصل ہوئی۔

برصغیر پاک و ہند میں کئی قومیں بستی تھیں۔ انگریز کے غالب آ جانے کے بعد ہر مذہب کو آزادی حاصل تھی کہ جس طرح چاہے ایک دوسرے پر استہزا کرے۔ چوں کہ مسلمان ایک عرصہ تک ہندوستان پر قابض رہے تھے اس لیے ہندوستان کی اکثر آبادی کی یہ کوشش رہتی تھی کہ مسلمانوں کو کسی نہ کسی طرح ذلیل کیا جائے۔ انگریز کی بھی دلی خواہش تھی کہ مسلمان کے مذہب کو جتنا بھی ہو سکے مسخ اور ختم کیا جائے۔ چناں چہ مسلمان ہی زیادہ استہزا اور اعتراض کا نشانہ بنتے تھے۔ ہندوستان میں لکھی گئی تفاسیر مسلمانوں کو قرآن سمجھنے میں تو مدد ضرور دیتی تھیں لیکن یہ نہ سمجھاتی تھیں کہ مسلمانوں پر ہونے والے اعتراضات کا جواب کس طرح دیا جائے۔ حق اور سچ کو اگلے تک کس طرح پہنچایا جائے۔ آریہ اور عیسائی کو لاجواب کس طرح کیا جائے۔

مولانا ثناء اللہ چوں کہ مناظر تھے ان کا واسطہ ہر وقت آریہ اور عیسائیوں سے رہتا تھا۔ ان سے تحریری اور تقریری مناظروں کا سلسلہ قائم تھا۔ اس لیے انھوں نے جو تفسیریں لکھیں ان میں مناظرانہ رنگ غالب رہا جہاں بھی کوئی نقطہ ایسا آیا جس کو قاری قرآن کو سمجھنے کے ساتھ آریہ اور عیسائی یا مرزائی یا کسی بھی ملحد پر گرفت میں استعمال کر سکے تو مولانا نے وہاں حسب ضرورت بحث فرمائی۔ [مولانا ثناء اللہ امرتسری، ص:۱۲۳]

مولانا نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود اپنی زندگی میں قرآن مجید کی چار تفسیریں لکھیں۔ ان میں سے دو تفسیریں عربی زبان میں تھیں اور دو اردو زبان میں۔ عربی زبان میں لکھی گئی تفسیروں میں سے ایک ''تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن'' ہے۔ مولانا نے اس میں قرآن کی تفسیر قرآن کی آیات ہی سے کی ہے۔ مولانا نے اسے ۱۳۳۱ھ میں مکمل کیا اور ان کی زندگی میں اس کے دو ایڈیشن شائع ہوئے۔ پہلا ایڈیشن ۱۹۰۴ء میں اور دوسرا ۱۹۲۹ء میں امرتسر سے شائع ہوا۔ [قرآنِ پاک کی تفسیریں چودہ سو برس میں، پٹنہ، خدابخش لائبریری، طبع: ۱۹۸۹ء، ص: ۳۰۴]

دوسری عربی تفسیر ''بیان الفرقان علی علم البیان'' ہے جو مکمل نہ ہوسکی۔ سورہ بقرہ کی تفسیر پر مشتمل اس کی پہلی جلد ۱۹۳۴ء میں ثنائی برقی پریس امرتسر سے شائع ہوئی۔ مولانا نے یہ تفسیر عربی ادب، صرف ونحو اور علم المعانی اور علم البیان کے اصول پر لکھی۔ [سابق مصدر، ص: ۳۱۴]

اردو زبان میں لکھی گئی تفسیروں میں مکمل ہونے والی ''تفسیر ثنائی'' ہے اور نامکمل رہ جانے والی ''تفسیر بالرائے'' ہے۔ اس نامکمل رہ جانے والی تفسیر کی صرف ایک جلد ۱۹۳۹ء میں امرتسر سے شائع ہوئی جس میں مولانا نے اپنے عہد کی مروّجہ تفاسیر اور تراجم قرآن کی اغلاط پیش کر کے ان کی اصلاح کی۔ [سابق مصدر، ص: ۳۱۵]

تفسیر ثنائی مولانا ثناء اللہ امرتسری کی نہایت جامع تفسیر ہے جو متعدد بار شائع ہو کر شہرت اور مقبولیت حاصل کر چکی ہے۔ اس کی پہلی جلد ۱۸۹۵ء میں منظر عام پر آئی اور آخری جلد ۱۹۳۱ء میں شائع ہوئی اور یوں اس کی تکمیل پر چھتیس برس کا عرصہ صرف ہوا۔ یہ تفسیر آٹھ جلدوں پر مشتمل ہے۔ [سیرت ثنائی، ص: ۲۴۷]

اس تفسیر کے لکھنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے مولانا نے شروع میں التماس مصنف کے عنوان کے تحت تحریر فرمایا ہے:

① ...... میں نے دیکھا کہ مسلمان عموماً فہم قرآن سے ناواقف بلکہ شناخت حروف سے بھی ناآشنا ہیں۔ ایسے وقت میں عربی تصانیف سے ان کا فائدہ اٹھانا تقریباً محال ہے۔

② ...... میں نے مخالفین کے حال پر غور کیا تو باوجود بے علمی اور ہیچمدانی کے مدعی ہمہ دانی پایا۔ خدا کی پاک کتاب پر منہ کھول کھول کر معترض ہو رہے ہیں حالاں کہ کل سرمایہ ان کا سوائے تراجم اردو کے کچھ بھی نہیں۔

③ ...... میں نے قرآنِ کریم کو جامع علوم عقلیہ ونقلیہ بالخصوص علم مناظرہ میں امام پایا۔ دعویٰ پر دلیل ایسے ڈھب کی ادا ہوتی ہے کہ ہر درجہ کا آدمی اس سے فائدہ اٹھا سکے مگر جب تک حسب موقع شرح نہ کی

جائے عام متوسط درجے کے کسی بھی فہم مطلب سے کما حقہ بہرہ ور نہیں ہوسکتے۔

④......میں نے بعض مقامات میں ردّ مخالفین کی طرز پر اور بعض جگہ نادان موافقین کے لیے جوابات لکھے ہیں۔ سوالحمد للہ یہ تفسیر جیسی کہ زمانہ کو ضرورت تھی ویسی ہی تیار ہوئی۔ خدا اس کو قبول فرمائے، آمین۔

مولانا کی اس عبارت سے واضح ہے کہ ان کے مقاصد میں جہاں قرآنی آیات کی توضیح وتشریح مقصود تھی وہیں وقت کے مخالفین اسلام کا ردّ بھی شامل تھا۔ چناں چہ انھوں نے پوری تفسیر میں کوئی ایسا موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیا جس سے مخالفین اسلام کا ردّ ہوسکتا تھا اور خاص طور پر وہ مقامات جن پر مخالفین اسلام اعتراض کر کے مسلمانوں سے جواب طلب کر سکتے ہیں۔ اسی لیے مولانا نے اصل تفسیر شروع کرنے سے پہلے مقدمہ میں سید الانبیاء ﷺ کی نبوت کو عقلی ونقلی دلائل سے ثابت کیا ہے جس سے تفسیر کی قدر و قیمت میں مزید اضافہ ہوگیا۔ اس تفسیر کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ مولانا نے مخالفین اسلام آریہ، عیسائیوں اور دیگر مذاہب کے اعتراضات کے عقلی ونقلی جوابات مع دلائل پیش کیے ہیں جن کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

①......مولانا سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۴

﴿ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ﴾ [البقرة: ٤]

کی تفسیر میں بعنوان ''عیسائیوں کی پہلی غلطی'' رقم طراز ہیں:

''بسا اوقات دیکھنے میں آیا ہے کہ جب کبھی کسی مسلمان نے عیسائیوں سے انجیل کے کلام الٰہی ہونے کی دلیل مانگی تو جھٹ سے انھوں نے یہ آیت یا اس کے ہم معنی کوئی دوسری آیت پڑھ دی اور سائل مسلمان پر زور ڈالا کہ تمہارا قرآن کتب سابقہ کی شہادت دیتا ہے اور ان کی تسلیم کو داخل ایمان بتاتا ہے۔ پھر تم اس سے زیادہ ثبوت کیا چاہتے ہو؟ اس لیے مناسب ہے کہ اس جگہ جو پہلا ہی موقع کتب سابقہ کی تصدیق کا آیا ہے، ہم اس امر کی تحقیق کر دیں کہ کتب سابقہ جن کی قرآن تصدیق کرتا ہے وہ یہی ہیں جن کے کلام الٰہی ہونے کا ثبوت زمانہ حال کے عیسائیوں سے مطلوب ہے یا ان کتابوں کی قدر و منزلت کہاں تک ہے اور یہ بھی واضح کر دیں کہ اس مطلب پر عیسائیوں کا اس آیت کو پیش کرنا مثبت مدعا ہے یا نا سمجھی۔''

پس واضح ہو کہ کتب سابقہ جن کی تصدیق قرآن کریم نے کی ہے بحیثیت مجموعی یہ نہیں جو اس وقت متداول ہیں۔ یہ تو مثل کتب تواریخ کے ہیں۔ ہمارے اس دعویٰ کا ثبوت ان کا موجودہ طرز بھی بتلا رہا ہے۔ توریت ابتداء سے انتہا تک اور انجیل اوّل سے آخر تک پڑھنے سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ ان کتب والے حضرت موسیٰ اور حضرت مسیح علیہما السلام کے سوا کوئی اور ہی ہیں۔ چناں چہ حضرت موسیٰ اور حضرت مسیح علیہما السلام کے بعد کے واقعات کا اس میں درج ہونا اس امر کا ثبوت ہے کہ ان جملوں کی حضرت موسیٰ اور مسیح کو خبر تک نہیں۔ کجا یہ کہ خدا کی طرف سے ان پر الہام ہوئے ہوں۔ مثلاً حضرت موسیٰ کی وفات اور بعد وفات کے واقعات کا ذکر توریت میں مذکور ہے۔

توریت کی پانچویں کتاب استثناء میں لکھا ہے ''سو خداوند کا بندہ موسیٰ خداوند کے حکم کے مطابق جو آپ کی سرزمین میں بھی مرگیا اور آج کے دن تک کوئی اس کی قبر کو نہیں جانتا۔'' اسی طرح حضرت مسیح کے سولی پر جان دینے کا ذکر اناجیل میں بصراحت موجود ہے اور سولی کے بعد کے واقعات بھی ان میں پائے جاتے ہیں۔ ان سب امور پر غور کرنے سے یہ نتیجہ بآسانی نکل سکتا ہے کہ ان واقعات کے دیکھنے اور لکھنے والے سوا ان دو صاحبوں کے کوئی اور شخص ہوں گے۔

اگر عیسائیوں کا عقیدہ بھی بغور دیکھیں تو وہ بھی اس امر کے قائل نہیں کہ توریت وانجیل موجودہ کے مصنف موصوف انبیاء ہیں بلکہ ان کے خیال کے مطابق بھی ان کے بعد کے لوگ ہیں۔ اناجیل کے مصنف تو یہی لوگ ہیں جن کے نام سے یہ مروّج ہیں۔ ایسے ہی توریت کے لکھنے والا اور جمع کرنے والا بھی کوئی اور شخص ہوگا۔ پس یہ ثابت ہوا کہ توریت وانجیل جن کی قرآنِ کریم نے شہادت دی ہے یہ نہیں کہ ان کو ان کے ساتھ بجز شراکت رسمی کے کوئی شراکت نہیں جیسے کوئی شخص خاندان

مغلیہ کا حال لکھ کر اس کا نام گلستان رکھ دے تو وہ شیخ سعدی کی گلستان نہ ہوگی پس اس انجیل موجودہ کے ثبوت میں آیت قرآنی کا پیش کرنا اور آیت شریفہ قرآنیہ کو اپنے دعویٰ میں مثبت جاننا ہرگز صحیح نہیں۔

قرآن شریف نے کہیں یہ نہیں بتلایا کہ انجیل متداول مسیح پر نازل ہوئی یا یہ کہ اس کو بھی مانو بلکہ ایمان کے موقع پر "انزل من قبلك" اور "ما اوتی موسی وعیسی" (یعنی ان کتابوں کو جو تجھ سے پہلے اتریں اور موسیٰ اور عیسیٰ کو ملیں) سے تعبیر کرنے میں اس طرف اشارہ ہے جو ہم لکھ آئے ہیں۔ رہی یہ بات کہ عیسائی ان کے مصنفوں کو الہامی مانتے ہیں تو مانتے رہیں۔ اس کا ثبوت ہم کو دیں کسی عقلی یا نقلی دلیل سے ثابت کریں کہ متی، مرقس وغیرہ الہامی تھے اور یہ کتابیں ان کے الہام سے ہیں۔ آیت قرآنی کو پیش کرتے وقت خیال رکھیں کہ دعویٰ کیا ہے اور دلیل کیا ہے؟ دعویٰ اناجیل موجودہ کے منصفوں کے الہامی ہونے کا ہے اور دلیل سے حضرت موسیٰ اور مسیح کا الہام ثابت ہوتا ہے۔ "فانی هذا من ذلك"

بعض عیسائی بھولے مسلمانوں کو دھوکہ دینے کی غرض سے کہا کرتے ہیں کہ اگر موجودہ اناجیل اصلی نہیں تو اصل لاکر دکھاؤ۔ ہم اس سے مقابلہ کر کے دیکھیں جب کہ تمہارا قرآن شریف ان کی شہادت دیتا ہے تو ان کا وجود بھی بتلاؤ کہ کہاں ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص جنگل میں کسی کو چاندی کا ٹکڑا دکھا کر کہے کہ یہ انگریزی روپیہ ہے۔ وہ شخص بوجہ اس کے کہ اس کے پاس انگریزی سکہ نہیں اسے ماننے سے انکار کردے تو مدعی اپنے دعویٰ کی یہ دلیل دے کہ اگر یہ روپیہ نہیں تو اصلی روپیہ لا کر دکھاؤ اور اس سے مقابلہ کروتا کہ معلوم ہوجائے کہ اصلی کون ہے اور نقلی کون؟ اور اگر نہ ملے تو میرا دعویٰ ماننا ہوگا۔ ہرگز یہ کلام مدعی کا صحیح نہیں، انکار کی وجہ تو یہ تھی کہ چوں کہ اس ٹکڑے پر جو نشان روپیہ بننے کا ہونا چاہیے وہ نہیں اس لیے یہ ٹکڑا روپیہ نہیں۔

اس طرح اناجیل موجودہ کی نسبت بھی مسلمانوں کا خیال ہے کہ قطع نظر ان کے موجودہ طرز کے چوں کہ ان میں ایسے واقعات بھی درج ہیں جو حضرت موسیٰ اور مسیح کے زمانہ کے قطعاً نہیں ہوسکتے۔ اس لیے ہم اس کو انجیل مسیحی نہیں مان سکتے۔ علاوہ اس کے ہوسکتا ہے اور ممکن ہے کہ اصلی انجیل کلاً یا جزواً اس میں ہو جیسا کہ بعض فقرات جو حضرت مسیح نے بطور وعظ کے فرمائے ہیں یہی بتلا رہے ہیں۔ چوں کہ ایسے فقرات الہامی مجموعہ غیر الہامی میں آ کر وہی رنگ اختیار کر لیتے ہیں اس لیے ہم من حیث المجموعہ ان پر غیر الہامی کا حکم لگاتے ہیں۔ پس اناجیل موجودہ کی مثال بالکل یہ ہوگی کہ ایک واعظ قرآنِ کریم کی ایک دو آیتیں پڑھ کر گھنٹہ دو گھنٹہ تک وعظ کہے۔ پھر اسی وعظ کو کوئی شخص اوّل سے آخر تک کسی اخبار یا رسالہ میں چھپوا دے۔ پس جیسا کہ یہ اخبار یا رسالہ الہامی نہیں ہوسکتا گو اس میں آیاتِ قرآنی بھی ہیں۔ ایسے ہی اناجیل موجودہ الہامی نہیں جب تک عیسائی اس امر کا ثبوت نہ دیں کہ ان کے مصنف بھی الہامی تھے۔ [سابق مصدر، ص: ۳۰،۳۲]



لٹریچر مفت منگوائیں

ادارہ تبلیغ اسلام جام پور کی طرف سے مسلک اہل حدیث کے امتیازی مسائل پر مبنی سات اشتہارات کا سیٹ ۱۵ روپے برائے ڈاک خرچ بھیج کر مفت حاصل کریں۔ رفع الیدین، آمین بالجہر، سورۃ الفاتحہ، کیا اللہ کے علاوہ اور کوئی مشکل کشا ہے، نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنا اور پاؤں سے پاؤں ملانا، بے نماز کا انجام، اوقات کے لیے دائمی جنتری۔

فریم کروا کر مساجد و مدارس میں آویزاں کرنے والے رابطہ کریں۔

[محمد اسماعیل ساجد، ضلعی ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت اہل حدیث، مدیر جامعہ محمدیہ اہل حدیث جام پور ضلع راجن پور۔ 0333-8556472]

تحفظ ناموسِ رسالت کانفرنس

جامع مسجد محمدی اہل حدیث توحید آباد نزد جلو موڑ لاہور میں مؤرخہ ۳۔ مئی ۲۰۰۸ء بروز ہفتہ بعد نمازِ مغرب سالانہ اہل حدیث کانفرنس بسلسلہ تحفظ ناموسِ رسالت منعقد ہوگی۔ زیر صدارت حاجی محمد زبیر صاحب، مقررین: مولانا منظور احمد، مولانا عبدالعزیز راشد، مولانا محمد شریف اللہ آبادی و دیگر خطاب کریں گے۔

[قاری عبیداللہ انور، خطیب جامع مسجد ہذا]

اٹھو وگرنہ حشر نہ ہوگا پھر کبھی

ابوبکر صدیق حسینوی

امریکی دوستی کی حیرت انگیزیاں:

اگر پاک امریکا دوستی کی تاریخ پر نگاہ ڈالی جائے تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ امریکا نے ہمیشہ پاکستان کو دوستی کے میدان میں افسوس وملال کے احساسات کے ساتھ ساتھ حیرت واستعجاب ہی سے دوچار رکھا ہے۔ سب سے پہلے ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ کے دوران امریکا کے معاندانہ رویے نے پاکستان کو ورطۂ حیرت میں ڈالا۔ اس جنگ میں پاکستان کے تمام دوستوں مثلاً: ایران، ترکی، چین، انڈونیشیا وغیرہ سب سے نے دوستانہ کردار ادا کیا جب کہ امریکا نے ہتھیار تو ہتھیار ان کے فاضل پرزوں کی فروخت پر بھی پابندی عائد کردی۔ یہ وہ موقع تھا جب صدر جنرل ایوب کو صد فیصد یہ یقین ہوگیا کہ امریکا پاکستان کا دوست نہیں ہے بلکہ اس کے برعکس وہ پاکستان کو اپنا محکوم سمجھتا ہے۔ نتیجتاً جنرل صاحب نے ''فرینڈز ناٹ ماسٹرز'' کے عنوان سے ایک کتاب لکھ ڈالی۔

۱۹۷۱ء ایک بین الاقوامی سازش کے تحت پاکستان کو دوبارہ جنگ میں جھونک دیا گیا۔ محاذ جنگ مشرقی پاکستان تھا۔ جہاں مکتی باہنی نے پاک فوج کو بے انتہا نقصان پہنچایا۔ ادھر بھارت نے مغربی پاکستان سے کمک کے سارے راستے بند کر دیئے۔ اس نازک وقت میں امریکا سے مدد طلب کی گئی تو اس نے امداد کے لیے اپنے ساتویں بیڑے کو بھیجنے کا وعدہ کیا، جو نہ آنا تھا اور نہ آیا اور پاکستان کے پاس ہتھیار ڈالنے کے علاوہ اور کوئی چارہ باقی نہ رہا۔ یہ دوسری حیرت تھی جس میں امریکا نے دوست ملک پاکستان کو ڈال دیا۔ یاد رہے کہ پاکستان نے بحیثیت ایک دوست امریکا کا ہمیشہ بھرپور ساتھ دیا ہے خصوصاً ''سوویت یونین'' کے خلاف جاری سرد جنگ میں نہ صرف امریکا کے شانہ بشانہ رہا ہے بلکہ اپنی سرزمین پر کئی ایک فوجی اڈے بھی امریکیوں کے حوالے کیے رکھے ہیں۔

تیسری حیرت میں پاکستان اس وقت مبتلا ہوا جب ایٹمی پروگرام کے آغاز پر امریکی وزیر خارجہ ہنری کیسنجر نے ذوالفقار علی بھٹو پر ایٹم بم بنانے کا منصوبہ ترک کرنے کے لیے دباؤ ڈالا اور دوسری صورت میں انھیں ایک عبرت ناک مثال بنانے کی دھمکی دی تھی۔ ۱۹۷۹ء میں سوویت افواج افغانستان میں براجمان ہوگئیں۔ امریکا کا جھکاؤ پاکستان کی طرف ہوگیا اور دونوں ممالک میں گاڑھی چھننے لگی۔ پاکستان نے کھلے خزانے امریکی مفادات کا تحفظ کیا اور اپنی شاندار فوجی حکمت عملی سے روسی فوجوں کو افغانستان سے نکال باہر کیا۔ افغانستان میں شکست سوویت یونین کے لیے ''ڈیتھ بلو'' ثابت ہوئی اور وہ اپنی سالمیت کو برقرار نہ رکھ سکا۔

یہ ایک سیاسی فتح تھی جو پاکستان کے ذریعے امریکا کو نصیب ہوئی۔ مگر افسوس مطلب براری کے بعد امریکا نے پاکستان سے طوطے کی طرح آنکھیں پھیر لیں۔ ایف سولہ لڑاکا طیاروں کی رقم وصول کرنے کے باوجود سودا منسوخ کر دیا۔ علاوہ ازیں تمام تر فوجی واقتصادی امداد پر بھی پابندی عائد کردی۔ یہ امریکی دوستی کی چوتھی حیرت تھی جو پاکستان کے حصے میں آئی۔ صدر ایوب کی طرح صدر ضیاء نے بھی دوستی میں لپٹی ہوئی امریکی عداوت کا ادراک کرلیا اور جنیوا کانفرنس میں امریکا کی افغان پالیسی پر اپنے تحفظات کا اظہار کر دیا۔ حیرت کدہ امریکا سے ایک اور حیرت نے جنم لیا۔

۱۹۸۷ء میں جنرل ضیاء الحق ہوائی حادثے کا شکار ہوگئے۔ اپنے پہلے دور اقتدار میں محترمہ بے نظیر بھٹو نے فرانس کے ساتھ ایٹمی ری پروسیسنگ پلانٹ کا معاہدہ کیا لیکن بی بی کی حکومت ختم ہوتے ہی امریکا

نے فرانس پر دباؤ بڑھا دیا اور معاہدہ منسوخ کرا کے پاکستان کو اپنی دوستی کی مانوس حیرت سے دوچار کیا۔

نائن الیون کے بعد تو حیرت کا یہ طوفان خطرے کے انتہائی نشان سے بھی اوپر چلا گیا۔ بقول صدر پرویز مشرف (ٹیلی فون پر) آرمیٹیج نے انھیں دھمکی دی کہ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں اگر پاکستان نے امریکا کا ساتھ نہ دیا تو پاکستان کو پتھر کے زمانے میں پہنچا دیا جائے گا۔ ہم آج بھی امریکی دوستی کا دم بھرتے ہیں اور امریکی دوستی آج بھی اپنی حیرت انگیزیاں دکھانے میں تامل نہیں کرتی۔ اس کی تازہ مثال پاکستان میں نئے سیاسی سیٹ اپ کے واضح خدوخال سامنے آنے سے پیشتر امریکی وزارت خارجہ کا حرکت میں آ جانا ہے، جو یقیناً کسی خفیہ ایجنڈے کی چغلی کھاتا ہے۔ نیگرو پونٹے نے کہا ''میرا دورہ پہلے سے طے شدہ تھا۔ میرے اس دورے کا مقصد یہ تھا کہ حالیہ انتخابات کے کامیاب انعقاد پر یہاں کی قیادت کو مبارک باد دوں اور دوسرا مقصد یہ تھا کہ پاکستان کو امریکی حمایت جاری رکھنے کی یقین دہانی کراؤں۔ میرے دورے کا کوئی خفیہ ایجنڈا نہیں ہے اور نہ ہی کوئی ایسی خواہش ہے پاکستان میں پیدا ہونے والی نئی سیاسی صورتِ حال میں کوئی مداخلت کی جائے۔''

<u>پانی ہی زندگی ہے:</u>

سندھ طاس واٹر کانفرنس نے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ پاکستان کے آبی وسائل بچانے کے حوالے سے مجرمانہ غفلت برتنے پر ذمہ دار فوجی حکم رانوں کا کورٹ مارشل کیا جائے اور کالا باغ ڈیم سمیت تمام ضروری آبی ذخیرے جلد از جلد تعمیر کیے جائیں تاکہ ملک کو توانائی کے بحران سے نکالا جائے۔

پاکستان کو پانی کے بحران میں مبتلا کرنے کی سب سے بڑی ذمہ داری ایوب خان کے سر آتی ہے جنھوں نے ۱۹۶۰ء میں قوم اور کسی بھی ادارے کو اعتماد میں لیے بغیر بھارت کے ساتھ معاہدہ کر کے دریائے بیاس، ستلج اور راوی کا پانی بیچ دیا تھا۔ یہ پانی نہیں بیچا گیا تھا ہر پاکستانی کے رگوں میں دوڑنے والے خون کا سودا کیا گیا تھا جسے آج تک پوری قوم بھگت رہی ہے اور موجودہ حکومت نے تدارک کی کوشش نہ کی تو آئندہ نسلیں فاقوں کا شکار ہوں گی۔

ایوب خان بھارت کو پانی فروخت کرنے کے مجرم ہیں تو گزشتہ دور کے حکم رانوں کا جرم ان سے کہیں بڑا ہے جو کالا باغ ڈیم کا بیانگ دہل اعلان کر کے اس پر عمل درآمد نہ کرا سکے۔ جس کی وجہ سے ہم آج بجلی کے شدید بحران کا سامنا کر رہے ہیں۔ سندھ واٹر کانفرنس کا مطالبہ بجا ہے کہ پاکستان کو پانی کے بحران میں مبتلا کرنے والے فوجی حکم رانوں کا کورٹ مارشل ہونا چاہیے۔

ہمارا بھارت جیسے مکار اور عیار دشمن سے واسطہ ہے جس نے پاکستان آنے والے دریاؤں پر ۵۲ ڈیموں کی تعمیر شروع کی ہوئی ہے۔ یوں پاکستانیوں کی رگوں میں بہنے والے خون پر اس کا ۲۰۱۲ء تک مکمل کنٹرول ہو جائے گا۔ بھارت کے اس منصوبے کو خاک میں ملانے کے لیے انقلابی اقدامات کی ضرورت ہے۔ جب بھارت پاکستان کے ساتھ ہونے والے معاہدوں کا احترام نہیں کرتا اس نے بگلیہار ڈیم کے حوالے سے عالمی بنک کے مبصر کے فیصلے کو بھی درخور اعتنا نہیں سمجھا تو ہمیں کیا ضرورت ہے کہ ہر معاہدے پر یک طرفہ طور پر عمل کرتے جائیں۔

ایوب خان کے ساتھ طے پانے والا معاہدہ حکومت فوری طور پر منسوخ کر دے اور بھارت کو ہر حال میں پاکستان کی طرف بہنے والے دریاؤں پر ڈیموں کی تعمیر سے روک دے۔ پانی کے مسئلے کا بہترین حل تو اس کے منبع پر کنٹرول حاصل کرنا ہے۔ پاکستان میں آنے والے تمام دریا مقبوضہ کشمیر سے آتے ہیں جو ہر حوالے سے پاکستان کا حصہ ہے۔ جس پر بھارت نے غاصبانہ قبضہ کیا ہوا ہے۔ ان بناء پر قائداعظم نے اسے اپنی شہ رگ قرار دیا، اگر کشمیر کو آزاد نہیں کرایا جاتا تو ہماری زمینیں پانی کی کمی سے بنجر اور ہم بھوکوں مر جائیں گے۔ اس سے بہتر نہیں کہ کشمیر کی آزادی کے لیے ہم آخری انتہا تک جائیں جس میں کامیابی کا ایک امکان تو موجود ہے۔ اس کے علاوہ کالا باغ ڈیم کی تعمیر میں مزید تاخیر نہ کی جائے، بھاشا ڈیم کی بھی تیاری مکمل کر لی جائے۔ مخلوط حکومت کو یہ دلیرانہ اقدام بھی کر گزرنا چاہیے تاکہ ملک کو بھارتی اندھیر گردی اور

اندھیروں سے نجات دلائی جا سکے۔

ازلی دشمن:

مکرمی! یہ ایک حقیقت ہے کہ بھارت ہمارا ازلی دشمن ہے اور پہلے ہی دن سے پاکستان کو نقصان پہنچانے بلکہ صفحہ ہستی سے ختم کرنے کی منصوبہ بندی میں ہر وقت مصروف دکھائی دیتا ہے۔۱۹۷۱ء میں اسے وطن عزیز کو دولخت کرنے میں کامیابی بھی ہوئی۔اب وہ ان پانیوں کا بہاؤ اپنی طرف موڑ کر جو سندھ طاس معاہدے کے تحت پاکستان کے حصے میں آیا پاکستان کو ایتھوپیا کی طرح بنجر میں تبدیل کرنے کے منصوبوں پر عمل پیرا ہے اور اس سلسلے میں تمام عالمی قوتیں خصوصاً یہود و نصاریٰ مکمل طور پر اس کی پشت پناہی کر رہی ہیں۔روزِ اوّل سے ہی برطانیہ نے ایک سازش کے ذریعے گورداس پور کا علاقہ ہندوستان میں شامل کر کے کشمیر پر قبضہ کرنے کی راہ ان پر کھول دی۔ بڑے دکھ کی بات ہے کہ سوائے نوائے وقت کے جو چیخ چیخ کر اربابِ اختیار کی توجہ اس انتہائی ضروری مسئلہ پر دلا رہا ہے ہر طرف سناٹا دکھائی دیتا ہے جب کہ آنے والی حکومت کے لیڈر اس معاملہ کو پس پشت ڈال کر بھارت سے محبت اور تجارت کی پینگیں بڑھانے کی پالیسی کا اعلان فرما رہے ہیں اور اس مسئلہ کے حل کی ذمہ داری آئندہ نسل کو منتقل کرنا چاہتے ہیں۔

معاملہ کی سنگینی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے۔اس وقت بھی دریائے چناب اور جہلم کا نصف سے زائد پانی بھارت نے روک رکھا ہے جس کے باعث جنوبی پنجاب اور سندھ کے اضلاع خشک سالی کی لپیٹ میں ہیں۔موجودہ ڈیموں میں پانی کم ہو رہا ہے اور بجلی کی پیداوار میں بھی کمی آ رہی ہے جس کے نتیجے میں ترقی تو کیا موجودہ اقتصادی ترقی کی رفتار بھی جاری رکھی نہ جا سکے گی۔ اربابِ اختیار کو بابائے قوم حضرت قائداعظم کا فرمان یاد رکھنا چاہیے کہ کشمیر پاکستان کی شہ رگ ہے اس مسئلہ کو پس پشت ڈالنے کی بجائے اس کے حل کے لیے تمام ممکنہ ذرائع اختیار کرنا چاہئیں۔اس کے ساتھ ہی سیاسی مصلحتوں سے نکل کر قومی سوچ پیدا کر کے کالا باغ ڈیم کی تعمیر اور دیگر ڈیموں کی منصوبہ بندی کی جائے۔اب اور بے توجہی ہمیں بھوک، پیاس اور تیرگی ہی دے گی جس سے وطن عزیز کی سلامتی کو شدید خطرہ لاحق ہو گا۔

آخر میں جناب مجید نظامی کا قول قحط سے مرنے کی بجائے بھارت سے جنگ کر کے مرنا بہتر ہے۔موجودہ بحرانوں کو آئندہ نسل پر نہیں بلکہ آنے والی نسلوں کے لیے آسانیاں چھوڑ کر جانا چاہیے۔

اٹھو وگرنہ حشر نہ ہو گا پھر کبھی



قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ

مولانا محمد ابراہیم خلیل (خطیب جامع مسجد اہل حدیث حجرہ شاہ مقیم)

۳۔ مارچ ۲۰۰۸ء کو لاہور جانے کا اتفاق ہوا تو مکتبہ سلفیہ سے قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ کی سوانح حیات (تالیف کردہ محترم مولانا محمد اسحٰق صاحب بھٹی) خرید کی۔ گھر آ کر اسے پڑھا تو بھٹی صاحب کے لیے دل سے بے ساختہ بہت سی دعائیں نکلیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم وعمر میں برکت عطا فرمائے جو ہمیں ہمارے اسلاف کے کارناموں اور ان کی خدمات علمیہ سے محظوظ فرما رہے ہیں۔ میرے خیال میں یہ صرف بھٹی صاحب ہی کو اللہ تعالیٰ نے شرف بخشا ہے کہ علماء وفضلاء کے احوال وکوائف کو ایسے طریقے سے پیش کرتے ہیں کہ ان کی زندگی کے تمام گوشے واضح ہو جاتے ہیں۔ فجز اہم اللہ خیرا الجزاء عنی وعن سائر المسلمین

ذیل میں قاضی صاحب کی وفات پر ایک تعزیتی جلسہ کی روئیداد اور چند قطعات وفات وتاثراتِ غم پیش خدمت ہیں اور بھٹی صاحب سے درخواست ہے کہ آئندہ اشاعت میں یہ کتاب میں شامل کر دیئے جائیں۔ کیوں کہ یہ بھی قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ کے شیدائیوں کے جذبات واحساسات ہیں۔ مجھے پہلے پتا چل جاتا تو میں اس سلسلے میں بھٹی صاحب کی خدمت میں حاضری دیتا اور یہ چیزیں ان کی نظر کرتا اور تعاونوا علی البر والتقوی کا مستحق ٹھہرتا۔

تعزیتی جلسہ:

جناب قاضی سلیمان صاحب مرحوم کی دعائے مغفرت کے لیے جلسہ کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو بخشے اور ہم کو ان کا نعم البدل عطا کرے۔
شیخ ابو محمد عبدالجبار خطیب جامع مسجد اہل حدیث سنگھاں والا فیروز پور۔

[اہل حدیث امرتسر، جلد: ۲۷، شمارہ: ۳۸، مورخہ ۱۶ جولائی ۱۹۳۰ء]

قاضی صاحب کی وفات پر اردو اور عربی زبان میں لکھے گئے قطعات وفات:

① ...... قطعہ تاریخ وفات حضرت مولانا قاضی محمد سلیمان پٹیالوی صدر جلسہ اہل حدیث کانفرنس مئو وآگرہ

کیوں نہ چھائے جہاں میں ظلمتِ غم
بجھ گئی شمع بزمِ عشرت کی
حضرت قاضی سلیمان آہ!
بو نہ تھی جن میں کبر و نخوت کی
شوق وصل خدا بڑھا جو انھیں
جلد دارِ فناء سے نفرت کی
واصل حق وہ ہو گئے فوراً
دیر اس میں نہ ایک ساعت کی
سب سے رکھتے تھے الفت و اخلاق
یہ دعائیں ہیں اہل الفت کی
باغ رضوانی کے مستحق وہ ہوں
ہاتھ آئے کلیدِ جنت کی
برق اب لکھ دے تو بھی سالِ وصال
روحِ گلشن نے آہ رحلت کی

محمد یعقوب برق بیاپوری عظیم آبادی ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر، جلد: ۲۷، شمارہ: ۳۵، مورخہ ۲۷ جون ۱۹۳۰ء۔

② ...... جناب قاضی محمد سلیمان صاحب مرحوم۔

تھی آپ ہی کے دم سے یہ شہرت حدیث کی
جاتی رہی جہان سے دولت حدیث کی
ان کی وفاتِ مرگ محدث سے کم نہیں
گویا جہاں سے ہو گئی رحلت حدیث کی

نو مسلموں کو آپ نے مسلم بنا دیا
کس شان سے ہوئی تھی اشاعت حدیث کی
جاتا رہا زمانہ سے وارث حدیث کا
کچھ بڑھ کے ہے یتیم سے حالت حدیث کی
بے کس کا اب جہاں میں سہارا نہیں رہا
یا رب کرے گا کون حمایت حدیث کی
مرحوم کے ہو نورِ نظر کی دراز عمر
اے کاش ہو عزیز☆ سے خدمت حدیث کی
ھے ھے وہ سر وِ باغِ شریعت کہاں ہے اب
ھے ھے وہ خیرِ امت و ملت کہاں ہے اب
لب پر فغاں حشر ہے دل میں نہاں دریغ
سینہ میں شور حیف ہے وردِ زباں دریغ
گنجینۂ رموز بھنور نے چھپا لیا
رازی کا فخر آج ہے راز نہاں دریغ
گردوں جھکا لے جس کے نشان قدم پہ سر
وہ آج زیر خاک ہو یوں بے نشاں دریغ
چمکائے جو نصیبوں کو اس پر کفن پڑے
پہنائے جو غریبوں کو اس پر کفن پڑے

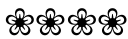
از میر خادم حسین صاحب خادم انبالوی۔ اہل حدیث امرتسر، جلد:۲۷،شمارہ:۴۶،مورخہ۵۔ستمبر۱۹۳۰ء

③......علامہ جناب قاضی محمد سلیمان صاحب سلمان کی وفات حسرت آیات پر دو آنسو۔فارسی زبان میں

اے فضائے عنبرین و مشکبوئے گلستاں
تا بکے دارد روا ایں جور بر تو آسماں
حیف آں گلہائے کاندر خاک تو بدمیدہ است
دستِ گلچیں از بہارِ حسن تو در چیدہ است
در ربانید از بہارت ہر زماں تازہ گلے
ہر زمان از جور ہاشد ریش قلب بلبلے
تو مگر دانی کہ از تو کامگارانِ قدر
ور ربودند از کنارت مر سلیمانِ دگر
گفت خامش راز ہائم رانتو فہمیدۂ
سینۂ بریانِ من تو دیدۂ نشنیدۂ
جور ہائے آسماں بر سینہ ام شد نیش نیش
وزجفا ہائش مرا قلب و جگر شد ریش ریش

④......اردو زبان میں

دیدۂ انجم سے خون روئے گا اب پھر فلک
غم غلط کرتا رہا اب تک یہ دیوانہ تو کیا
آسمان سمجھا ہے اپنی بے نیازی سے مگر
اُٹھ گیا دنیا سے اک آدھ فرزانہ تو کیا
اور پیدا ہوں گے سوزِ حسن کے شیدا بہت
جل بجھا گر شمعِ دین پر ایک پروانہ تو کیا
قوم و ملت کے فدائی اور بھی دنیا میں ہیں
ایک نے گر جان دی خدمتِ نذرانہ تو کیا
میکدہ میں جی تلک مینا ہے ساقی ہیں بہت
ایک ساقی نے اگر توڑا ہے پیمانہ تو کیا
اے فغاں کوئی مگر میرا الم سمجھا نہیں
اے دریغا آسماں تو میرا غم سمجھا نہیں



کون ہے سینہ میں رکھتا ہے جو قلب آشنا
رحمۃ للعالمین کی اب کرے تفسیر کون
کس کے دل میں موجزن ہے بحرِ عشق احمدی
اب نبی کی زندگانی پر کرے تقریر کون

☆ قاضی عبدالعزیز قاضی سلمان صاحب کے فرزند مراد ہیں۔

فلسفہ کی کون سمجھائے گا اب باریکیاں
کنہ و اسرارِ معانی کی کرے تعبیر کون
کس کے قالب میں ڈھلی ہے اس قدر سنجیدگی
بن کے حلم و علم کی دکھلائے گا تصویر کون
کون ہے مسلک بنائے گا جو اپنا صلح کل
آہ! انوارِ محبت کی کرے تنویر کون
زندگی کی وقفِ ملت قوم کے سردار نے
جان دے دی قافلے میں قافلہ سالار نے

❀❀❀❀

ہم نے مانا عرصۂ عالم میں ہیں کچھ دیدہ ور
ہیں ابھی موجود دنیا میں بہت اہل نظر
کس کا فیضِ عام جاری ہے زمانہ میں مگر
درس کا تعلیم کا تقریر کا تفسیر کا
خوانِ یغما ہے بنایا کس نے جنس علم کا
دین کا تاریخ کا تدریس کا تحریر کا
کون دے گا مفت یہ سرمایۂ خونِ جگر
عقل کا دانش زورِ خامہ کا تدبیر کا
آہ! وہ طرزِ تکلم اور متانت پر خیال
جس میں جادو سا بھرا تھا قلب کی تسخیر کا
آہ! وہ عقدہ کشائی جس کے احسان سے حمید
لاکھ گرھوں پر نشان ہے ناخن تدبیر کا
شفقت پدری سے پھر بچوں کو بہلائے گا کون
میٹھی باتیں پیار کی ان کو سنا جائے گا کون

از جناب شیخ عبدالحمید صاحب حمید ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول، پٹیالہ

اہل حدیث امرتسر، جلد: ۲۷، شمارہ: ۴۴، ۲۹۔ اگست ۱۹۳۰ء بمطابق ۴۔ ربیع الثانی ۱۳۴۹ھ۔

①......تاریخ وفات مولانا قاضی محمد سلیمان رحمہ اللہ عربی

تَوَفّٰی الْاِلٰهُ رَئِیْسَنَا فِیْ غُرْبَةٍ
وَقَدِ اخْتَفٰی بِدَارِ الْعُلٰی عَنْ مَنْظَرِیْ
فَاَرَّخْتُ تَارِیْخَیْهِ مِنْ کُلِّ حَجَّةٍ
قَضٰی نَخْبَةُ الْقَاضِیْ سَلْمَانُ مَظْهَرِیْ

۱۳۴۹ھ ۱۹۳۰ء

ابوالنعمان عبدالرحمٰن اعظم المئوی۔ ازمئو

②......تاریخ وفات مولانا قاضی محمد سلیمان صاحب

وبَیْنَنَا یَعُوْدُ الشَّیْخُ مِنْ بَیْتِ رَبِّهٖ
تَقِیٌّ سِرَاجُ الدِّیْنِ نَادَاهُ ثَانِیًا
اِلَیْهِ فَلَبَّاهُ یُوَدِّعُ صَحْبَهٗ
فَمَا زَالَ بِالْمَوْلٰی تَزِیْلًا وَثَاوِیًا
وَلٰکِنَّ قُلُوْبَ الْعَالَمِیْنَ لِفَقْدِهٖ
لَفِیْ ذَاءِ حُزْنٍ لَا یَرَوْنَ مُدَاوِیًا
وَلَمَّا اَتَی النَّاعُوْنَ قَالُوْا فَاَرِّخُوْا
لَقَدْ فَاتَنَا قَاضٍ سُلَیْمَانَ سَاقِیًا

محمد ایفیؒ الباقوی ۱۹۳۰ء

اہل حدیث امرتسر، جلد: ۲۷، شمارہ: ۳۴، ۲۲ محرم الحرام ۱۳۴۹ھ، ۲۰ جون: ۱۹۳۰ء۔

❀❀............❀............❀❀

ضروری تصحیح

ہفت روزہ الاعتصام جلد نمبر ۶۰ شمارہ نمبر ۱۶ صفحہ نمبر ۲۹ پر مورخہ ۲۴۔ اپریل ۲۰۰۸ء میں مدرسہ للبنات حجرہ شاہ مقیم کی مناسبت سے ایک سیرت النبی ﷺ کانفرنس کی خبر دی گئی ہے۔ جس کی طرف احباب کو توجہ دلانا مقصود ہے۔ اس مدرسہ کا نام مدرسہ دارالسلام المسجد الربانی حجرہ شاہ مقیم ہے اور اس کے مہتمم مولانا ابراہیم خلیل حفظہ اللہ ہیں جو طویل عرصے سے اس ادارے کے منتظم کے طور پر کام کر رہے ہیں غلطی سے میرا نام بطور مہتمم لکھا گیا ہے۔ اس کی درستگی مقصود ہے۔

[قاری محمد حسین امام و مدرس مدرسہ ہٰذا]

فہرست اردو کتب

مکتبہ محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ

۲۹۷ء۰۴ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کا وصیت نامہ مع ترجمہ پنجابی

۸۶ار راہِ نجات، ص:۲۳، المکتبہ السّلفیہ لاہور۔س،ن

۲۹۷ء۰۴ شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی

۸۶او وصیت نامہ (اردو)، ص:۲۹

۲۹۷ء۰۴ مولانا محمد ہاشم جوگواڑی مظاہری

ھ۴۵ب **بدنظری کا علاج**، ص:۸۰، مکتبہ رحمانیہ لاہور۔س،ن

۲۹۷ء۰۴ محمد یحییٰ عزیز میر محمدی

ی۲۱ت تبلیغ وتربیت دین کے پانچ اصول، ص:۸۰، جمعیۃ احیاء التراث الاسلامی۔س،ن

۲۹۷ء۰۴ یاسمین حمید

ی۲۴ار راہِ حق پر قدم بقدم، ص:۲۲۸، تحریک اسلامی پاکستان ۲۰۰۶ء

۲۹۷ء۰۴ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

۱۳۵اص صحبتے با اہل دل، ص:۳۵۷، مجلس نشریات اسلام کراچی ۱۹۸۴ء

۲۹۷ء۰۴ پروفیسر یوسف سلیم چشتی

ی۷۷م محکمات عالم قرآنی، ص:۶۰، مجلس تعمیر ملت مسجد شاہ چراغ لاہور ۱۳۹۶ھ

۲۹۷ء۰۴ سید علی یوسف

ی۷۷و وہ ایک سجدہ، ص:۸۸، تحریک مودّۃ کراچی ۱۹۸۳ء

۲۹۷ء۰۴ مولانا شاہ محمد یوسف صاحب

ی۸۱۴آ آخری تقریر، ص:۱۶، ملک برادرز اردو بازار لاہور ۱۹۶۵ء مجموعہ ۳ کتب

۲۔ فضائل تبلیغ، ص:۴۱، مولانا محمد زکریا صاحب سہارنپوری

۳۔ فضائل نماز، ص:۸۰، مولانا محمد زکریا صاحب سہارنپوری

۲۹۷ء۰۴ فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ، مترجم: محمد منیر قمر

ب۱۸۲اد دعوت الی اللہ اور داعی کے اوصاف مع مقام سنت اور فتنہ انکارحدیث، ص:۹۵، مکتبہ کتاب وسنت سیالکوٹ ۲۰۰۴ء

۲۹۷ء۰۵

ق ا القلم، ص:۲۳۴، ادارہ علوم اسلامیہ جامعہ پنجاب لاہور ۱۹۹۴ء

۲۹۷ء۰۵

ا القلم، ص:۲۶۰، ادارہ علوم اسلامیہ جامعہ پنجاب لاہور ۱۹۹۶ء

۲۹۷ء۰۵

ا القلم، ص:۲۰۰، ادارہ علوم اسلامیہ جامعہ پنجاب لاہور ۱۹۹۳ء

۲۹۷ء۰۶

آ۳۶ ابوالکلام آزاد اسلامک اویکننگ سنٹر ہند، ص:۵۳۔س،ن

۲۹۷ء۰۵۷ حافظ محمد عابد الٰہی

ع۱۱ا اسلام کا دعوتی منہج، ص:۴۰، العاصم اسلامک اکیڈمی ساہیوال ۲۰۰۳ء

۲۹۷ء۰۶

۳۱۵ار روئداد ادارہ معارف اسلامیہ (اجلاس اول) ص:۴۰۸، مجلس عاملہ ادارہ معارف اسلامیہ ۱۹۳۳ء

۲۹۷ء۰۶

۳۱۵ار روئداد ادارہ معارف اسلامیہ (اجلاس دوم)، ص:۴۱۵، مجلس عاملہ ادارہ معارف اسلامیہ ۱۹۳۸ء

۲۹۷ء۰۶

۳۱۵ار روئداد ادارہ معارف اسلامیہ (اجلاس سوم)، ص:۳۹۹، مجلس عاملہ ادارہ معارفِ اسلامیہ ۱۹۳۸ء

۲۹۷ء۰۶ قاضی محمد اسلم سیف فیروزپوری

۱۴ار روئداد (اہل حدیث کانفرنس)، ص:۹۲، جامعہ علوم اثریہ جہلم۔س،ن

۲۹۷ء۰۶ جامعہ سلفیہ بنارس
ج ۱۵۵ا اسلامی علوم میں ہندوستانی مسلمانوں کا حصہ،ص:۲۲۴، مکتبہ سلفیہ بنارس ہند۱۹۸۷ء
۲۹۷ء۰۶ الجامعہ الرحمانیہ مدھوپور کا ایک مختصر تعارف،ص:۳۹
ج ۱۵۵ا ج الجامعہ الرحمانیہ مدھوپور ہند۔س،ن
۲۹۷ء۰۶ محمد الحسنی
ح ۴۸ ر روئداد چمن،ص:۲۹۲، دفتر نظامت ندوۃ العلماء لکھنؤ ۱۹۷۶ء
۲۹۷ء۰۶ ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہاں پوری
س ۸۴ا انجمن خدام کعبہ،ص:۱۱۲، ادارہ تحقیقات افطار وتحریکات ملی پاکستان۔س،ن
۲۹۷ء۰۶ محمد اسلم سلیمی
س ۸۶ ت تعارف ادارہ معارف اسلامی،ص:۱۳۶، مجمع المعارف الاسلامیہ ۱۹۹۷ء
۲۹۷ء۰۶۶ مولوی محمد اسحاق جلیس ندوی
ج ۵۰۹ ت تاریخ ندوۃ العلماء، ج:۱،ص:۳۵۲، دفتر نظامت ندوۃ العلماء لکھنؤ ۱۹۸۳ء
۲۹۷ء۰۶ مولوی شمس تبریز خان
ش ۶۶۴ ت تاریخ ندوۃ العلماء، ج:۲،ص:۵۲۴، دفتر نظامت ندوۃ العلماء لکھنؤ ۱۹۸۴ء
۲۹۷ء۰۶ ضیاء الحسن فاروقی
ض ۱۵ ف فکر اسلامی کی تشکیل جدید،ص:۴۸۰، ذکر حسین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز نئی دہلی ۱۹۷۸ء
۲۹۷ء۰۶ مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان
م ۶۱۸۵ ت تعارف جامعہ سلفیہ لائلپور،ص:۴۰، مرکزی جمعیت اہل حدیث لاہور۔س،ن
۲۹۷ء۰۶ ڈاکٹر ایس۔ایم۔کے واسطی
۲۱۲ا م مسجد ایک فعال مرکز،ص:۱۰۰، مجلس فلاح وتعلیم لاہور ۱۹۹۳ء
۲۹۷ء۰۶ پیر محمد یحییٰ
ی ۲۱ د دینی تنظیموں کا باہمی اتحاد وتعاون،ص:۲۲، جمعیت اہل حدیث جموں وکشمیر۔س،ن

۲۹۷ء۰۶۲
۴۰۲ا اسلامی نظریاتی کونسل کی سالانہ رپورٹ،ص:۳۶۴، حکومت پاکستان اسلام آباد ۱۹۷۷ء
۲۹۷ء۰۶۲
ج ۱۵۵ ات تعارف جامعہ محمدیہ مظفر آباد،ص:۲۱، شعبہ نشر واشاعت۔س،ن
۲۹۷ء۰۶۲
ج ۱۵۵ اگ گوشوارہ سالانہ رپورٹ: ۱۹۸۶ء، ۱۹۸۷ء،ص:۵۶، ۸۰، اہل حدیث ٹرسٹ کراچی۔س،ن
۲۹۷ء۰۶۲
ح ۳۳ا ایجنڈا حج کانفرنس،ص:۶۴، وزارت مذہبی امور اسلام آباد ۱۹۸۸ء
۲۹۷ء۰۶۲ سید مطلوب حسین
س ۹۵ ر روئداد،ص:۱۴۵، وزارۃ مذہبی امور اسلام آباد ۱۹۸۵ء
۲۹۷ء۰۶۳ مولانا سید محمد میاں صاحب
م ۵۴۸ ج جمعیۃ العلماء کیا ہے؟ (حصہ اوّل)،ص:۳۷۶، جمعیۃ علماء اسلام پاکستان۔س،ن
۲۹۷ء۰۶۶
ب ۱۴۴ بابری مسجد،ص:۱۵۶، دارالمصنفین اعظم گڑھ ۱۹۸۹ء
۲۹۷ء۰۶۶ ابوالحسنات ندوی
ح ۳۷۶ ھ ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں،ص:۱۲۴، مکتبہ خاور لاہور ۱۹۷۹ء
۲۹۷ء۰۶۶ محمد صدیق صاحب
ص ۵۹ ت تعارف الجامعہ السّلفیہ،ص:۲۴، الجامعہ السّلفیہ لائل پور ۱۹۵۵ء
۲۹۷ء۰۷ اسلام کی کتاب (حصہ دوسرا اور چوتھا) اہل حدیث اکادمی لاہور ۱۹۷۸ء
۲۹۷ء۰۷ ملک احمد سرور
۲۸۵ا اسلام ہمارا انتخاب،ص:۳۵۲، البدر پبلی کیشنز لاہور ۲۰۰۱ء

۲۹۷ء۰۷ مولانا محمد ادریس کاندھلوی
۳۲م ا مسئلہ تعلیم، ص:۴۸، مکتبہ عثمانیہ لاہور۔س،ن
۲۹۷ء۰۷ ڈاکٹر اسرار احمد
۳۸ا ا اسلام کی نشاۃ ثانیہ کرنے کا اصل کام، ص:۲۴، انجمن خدام القرآن لاہور۔س،ن
۲۹۷ء۰۷ ڈاکٹر اسرار احمد
۳۸ا د دعوت الی اللہ، ص:۲۴، انجمن خدام قرآن لاہور۱۹۸۸ء
۲۹۷ء۰۷ ڈاکٹر محمد امین
۷۰ا ا اسلامی انقلاب، ص:۱۳۵، ایمان پرنٹرز اینڈ پبلیشرز لاہور۱۹۸۹ء
۲۹۷ء۰۶۶
۷۱د دعوت اکیڈمی ایک تعارف، ص:۲۳، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد۔س،ن
۲۹۷ء۰۷
۶۲۸ا د دینیات، ص:۸۳، محکمہ تعلیم لاہور۱۹۶۲ء
۲۹۷ء۰۷ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ، مترجم: محمود احمد غضنفر
ب۱۸۲د دعوت الی اللہ اور مبلغین کے اوصاف، ص:۵۵، مرکز الدعوۃ الاسلامیہ
۲۹۷ء۰۷ عبدالسلام بستوی
ب۵۲۴ا اسلامی تعلیم دوسرا حصہ، ص:۸۸، کتب خانہ مسعودیہ دہلی۔ س،ن
۲۹۷ء۰۷ بنت الاسلام
ب۴۱ا د داعی کے اوصاف، ص:۱۸۴، ادارہ بتول لاہور۱۹۸۲ء
۲۹۷ء۰۷ بنت اسلام
ب۴۱ا ع علم، ص:۱۶۸، ادارہ بتول لاہور۱۹۸۳ء
۲۹۷ء۰۷ محمد موسیٰ بھٹو
م۸۱د داعی اور دعوت کا کام، ص:۱۴۳، سندھ نیشنل اکیڈمی حیدر آباد۱۹۹۱ء

۲۹۷ء۰۷ محمد موسیٰ بھٹو
م۸۱پ پاکستان میں دعوت واصلاح کی حکمت عملی، ص:۱۲۸، سندھ نیشنل اکیڈمی حیدرآباد۱۹۸۸ء
۲۹۷ء۰۷ محمد موسیٰ بھٹو
م۸۱ت تو اپنی خودی اگر نہ کھوتا، ص:۲۰۱، سندھ نیشنل اکیڈمی حیدر آباد۱۹۹۹ء
۲۹۷ء۰۷ محمد بن سلیمان تمیمی، مترجم: محمد عبدالمنعم
ت۸۵۴ا اسلام کے بنیادی اصول، نشر السنہ ملتان ۱۹۸۵ء۔ مجموعہ ۳ کتب
۲۔ قرآنی اصول کا تجزیہ، مترجم: عبدالمنعم عبدالباقی
۳۔ سلفی عقائد، مترجم: عبدالمنعم عبدالباقی
۲۹۷ء۰۷
ج۵۱۵ جماعت اسلامی مقصد اور مسلک، ص:۱۰۸، مکتبہ جماعت اسلامی لاہور۔س،ن
۲۹۷ء۰۴ میاں محمد جمیل ایم۔اے
ج۵۷ن نظم جماعت کے آداب، ص:۱۹۱، مرکزی جمعیت اہل حدیث راوی روڈ لاہور۔س،ن
۲۹۷ء۰۴
چ۶۶ چمن اسلام، ص:۸۰، آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس دہلی۲۰۰۰ء
۲۹۷ء۰۴ مولانا عبدالغفار حسن
ح۴۴ق قرآن فہمی کے بنیادی اصول، ص:۳۲، رباط العلوم الاسلامیہ۱۹۹۰ء



دعائے مغفرت

مولانا عبدالعزیز راشد صاحب فیصل آبادی کے ماموں زاد بھائی گزشتہ دنوں ہری پور ہزارہ میں موٹر سائیکل حادثے میں انتقال کر گئے۔ احباب مرحوم کی مغفرت کے لیے دعا فرمائیں۔[محمد زبیر عابد شیخوپوری]

حضرت مولانا ابوبکر صدیق السّلفی کے لیے دعائے صحت

دارالدعوۃ السّلفیہ، شیش محل روڈ لاہور کے صدر جناب مولانا ابوبکر صدیق السّلفی ﷾ بعارضہ قلب علیل ہیں۔ گزشتہ دنوں گنگارام ہسپتال میں ڈیڑھ ہفتہ زیر علاج رہے۔ کچھ افاقہ ہونے پر گھر منتقل ہو چکے ہیں۔ اب میو ہسپتال کے ڈاکٹرز کا علاج جاری ہے۔ ابھی پوری طرح صحت یابی نہیں ہوئی۔ احباب سے درخواست ہے کہ وہ موصوف کی صحت کاملہ وعاجلہ ونافعہ کے لیے خصوصی دعائے صحت فرمائیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔ جزاکم اللہ خیراً [ادارہ دارالدعوۃ السّلفیہ، ۳۱۔ شیش محل روڈ۔ لاہور]

حاجی محمد بشیر چوہدری کے لیے دعائے صحت: جامعہ اسلامیہ سلفیہ جامع مسجد مکرم اہل حدیث ماڈل ٹاؤن گوجراں والا کے مہتمم محترم چوہدری محمد بشیر صاحب ایڈووکیٹ علیل ہیں۔ گزشتہ دنوں ہسپتال میں زیر علاج بھی رہے ہیں۔ اب کچھ آفاقہ ہونے پر گھر منتقل ہو چکے ہیں۔ جملہ قارئین کرام اساتذہ، طلبا اور بالخصوص اراکین تنظیم اتحاد القرا اہل حدیث پاکستان سے خصوصی دعاؤں کی اپیل کی جاتی ہے۔ جزاکم اللہ خیراً [عنایت اللہ ربانی کاشمیری، مدرس شعبہ تجوید وقرأت جامعہ ہذا]

دارالحدیث راجووال میں معزز مہمانوں کی آمد: ۱۷۔ اپریل ۲۰۰۸ء کو دارالحدیث راجووال اوکاڑا میں حافظ عبداللہ صاحب محدث روپڑی ﷫ کے پوتے جناب قاری عبدالحفیظ، سید بدیع الدین شاہ صاحب راشدی (پیر آف جھنڈا) کے پوتے الشیخ نصرۃ اللہ شاہ راشدی اور فضیلۃ الشیخ محمد امین ﷾ (فاضل مدینہ یونیورسٹی) اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے حسن اتفاق سے تشریف لائے۔ بعد از نماز فجر قاری عبدالحفیظ صاحب نے تقویٰ کے عنوان پر خطاب فرمایا اور پیر بدیع الدین شاہ راشدی ﷫ کے پوتے نے دعا فرمائی۔ ۱۸۔ اپریل ۲۰۰۸ء کا خطبہ جمعہ قاری عبدالحفیظ صاحب نے پڑھایا۔ [طالب الدعوات: (مولانا) محمد یوسف خادم دارالحدیث راجووال اوکاڑا]

اظہار تعزیت وہمدردی: جامعہ ابی ہریرہ رینالہ خورد ضلع اوکاڑا کے اساتذہ واحباب جماعت کی طرف سے حافظ عبدالمجید ﷫ خطیب بمباں والا ضلع سیالکوٹ اور خطیب پاکستان مولانا محمد حسین شیخوپوری ﷫ کے صاحب زادے مولانا حافظ محمد خالد ﷫ کی وفات حسرت آیات پر دلی رنج وغم کا اظہار کیا گیا۔ مولانا عبدالمجید مرحوم جامعہ ابی ہریرہ کے قدیم طلباء اور فیض یافتگان میں سے تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت اور درجات بلند فرمائیں اور پس ماندگان کو صبر جمیل واجر جزیل سے نوازیں، آمین۔ [انتظامیہ واساتذۂ کرام جامعہ ہذا واحباب]

دعائے مغفرت: جامع مسجد عارف اہل حدیث (زاہد کالونی ماڈل ٹاؤن گوجراں والا) کے مہتمم ومنتظم رانا محمود صاحب کی والدہ محترمہ گزشتہ دنوں طویل علالت کے بعد اپنے خالق حقیقی سے جا ملیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ قارئین کرام سے مرحومہ کے لیے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ [عنایت اللہ ربانی کاشمیری]

ڈاکٹر عبدالرحمٰن انصاری کو صدمہ: ڈاکٹر عبدالرحمٰن انصاری (فیصل آباد) کے برادرِ اصغر جناب عبیدالرحمٰن انصاری ۱۸۔ اپریل ۲۰۰۸ء بروز جمعہ وفات پا گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ عبیدالرحمٰن مرحوم سعودی ایمبیسی سعودی عرب میں خدمات انجام دیتے تھے۔ ان کی نماز جنازہ چک ۳۷ ج ب جھپال فیصل آباد میں ادا کی گئی۔ حافظ مسعود عالم ﷾ نے امامت کروائی۔ احباب سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ [حافظ راشد منیر تبسم]